

اشعارِ حکیم

کتابخانہ

کی

بازیاافت



رضا اکیڈمی لاہور
طرح جبری

برائے سرمدیہ اہل علم سیالکوٹ
سازر حضرت
۱۶ ۱۲ ۱۹۷۰

القول الجلی بج بزیافت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مستند ترین سوانح حیات جسے
دو سو سال تک شائع کرنے سے اغماض برتا گیا، اس کے
منظر عام پر آنے سے سلسلہ ولی اللہی سے متعلق خود ساختہ
تاریخ کا رخ تبدیل ہو گیا، اسی سلسلے میں دو گرانقدر مقالے
تذکرہ قارئین ہیں

○ حضرت شاہ ابوالحسن زبید فاروقی

فاضل جامعہ ازہر

○ حکیم سید محمود احمد برکاتی

○

رضنا اکیڈمی ○ لاہور

نام کتاب ————— القول الجلی کی بازیافت

تالیف ————— (۱) مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی (دہلی)

(۲) حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی)

کتابت ————— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

تصحیح ————— مولانا غلام نصیر الدین

صفحات ————— ۱۰۰

سن طباعت ————— ۱۳۱۱ھ / ۱۹۹۱ء

ناشر ————— رضا اکیڈمی، لاہور

مطبع ————— احمد سجاد آرٹ پریس، موہنی روڈ، لاہور

ہدیہ ————— دعائے خیر بچی معاونین رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور



عطیات بھیجنے کے لیے :

رضا اکیڈمی، اکاؤنٹ نمبر ۳۸ / ۹۳۸، حبیب بینک، وٹسن پورہ برانچ، لاہور



○ بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں



مدینتہ العلم دارالعلوم مجددیہ

صلنے کا پتہ

نور آباد - فتح گڑھ - میانکوٹ

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، مسجد رضا، محبوب روڈ، چاہ مرزا، لاہور، پاکستان

کوڈ نمبر ۰۰۳۹۰ ————— فون نمبر ۲۵۰۰۰۰

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نصلّم علیٰ سولہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

علی دنیا میں خاندانِ ولی اللہی کی دینی اور علی خداتِ مسلم ہیں، پاک و ہند کے اکثر و بیشتر علماء کی سندِ حدیث اسی با برکت سلسلہ سے وابستہ ہے بلکہ عرب ممالک کے بہت سے علماء کی سندیں بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہیں، امام احمد رضا بریلوی کی الاجازات المتینہ، علامہ محمد محسن ترہتی کی ایانہ الجنی، علامہ عبدالحی الکنانی کی فہرس الفہارس اور علامہ محمد بن علوی مالکی (مکہ مکرمہ) کی الطالع السعید کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے، علماء اہل سنت، علماء دیوبند اور علماء اہل حدیث سب ہی کسی نہ کسی طور پر اس سلسلہ الذہب سے منسلک دکھائی دیتے ہیں، شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی سے لے کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک کے افکار و نظریات کو فیصلہ کن تسلیم کر لیا جائے تو آج کے بہت سے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں اور محاذ آرائی کی کیفیت ختم ہو سکتی ہے۔

دو برسابق کے علماء کو خاندانِ ولی اللہی سے کتنی عقیدت و محبت تھی؛ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے، مولوی رشید احمد گنگوہی کا بیان ہے:

مفتی (عنایت احمد کاکوروی) صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے نہایت محبت تھی۔ یوں فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی مثال طوبیٰ کی سی ہے کہ اس کی شاخ ہر ایک جنتی کے گھر میں ہوگی جس کے گھر میں طوبیٰ کی شاخ نہ ہو وہ جنتی نہیں ہے۔

ابن محمد عاشق الہی میرٹھی؛ تذکرۃ الرشید (مکتبہ بکر العلوم، کراچی) ج ۱ ص ۲۲۵

لیکن دارالعلوم دیوبند کے شیخ التفسیر اور علامہ انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے مولوی انظر شاہ کشمیری نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے دیوبندیت کی ابتدا کرنے کا واشکاف الفاظ میں انکار کیا ہے :

دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں (مولوی محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی) سے کرتا ہوں، اس میں شک نہیں کہ ہماری حدیث کا سلسلہ حضرت شاہ صاحب پر ہی ملتہی ہوتا ہے اور آج ہندوپاک میں حدیث و قرآن کے جو زمزے سُنے جاتے ہیں ان میں خانوادہ ولی اللہی کا براہِ راست دخل ہے، اس لیے ان کی خدماتِ جلیلیہ کا انکار نہیں ہو سکتا، تاہم کم از کم مجھے تو شاہ صاحب اور دیوبندیوں میں فرق نمایاں اور واضح نظر آتا ہے، جس کے بعد دیوبندیت کو ولی اللہی فکر کا ایک سرچشمہ قرار دینے میں مجھے تامل ہے۔

بلکہ میرے اپنے مطالعے کا حاصل تو یہ ہے کہ دیوبندی فکر سے بہت کچھ حضرت رئیس المحدثین شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ قریب ہیں، فقہ حنفی کی برتری کا یقین اور اس کی اشاعت جو دیوبند کے متعارف اجزا بر ترکیبی میں ایک عنصر غالب ہے جس قوت کے ساتھ شاہ عبدالعزیز کے یہاں ہے ان کے والد ماجد کے یہاں اس کا نام و نشان بھی نہیں اگر ہے بھی تو نہایت گول مول، دبا دبا یا اور یہی وہ بنیادی فرق ہے جو شاہ صاحب مرحوم سے کم از کم فقہ میں دیوبند کو دور لے جا کر کھڑا کر دیتا ہے۔

۱۔ انظر شاہ کشمیری، ماہنامہ "تذکرہ"، کراچی، شمارہ مارچ ۱۹۱۹ء، ص ۲۹-۲۸

کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ دیوبندی فکر ایک نوزائیدہ فکر ہے اور اس کا منبع و ماخذ متقدمین سے کوئی علمی شخصیت تو کیا ہوگی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی نہیں ہیں۔ اسی طرح سراج المندشاہ عبد العزیز محدث دہلوی بھی اس فکر کے قریب ہیں پوری طرح ملجا و ماوی وہ بھی نہیں ہیں، ہاں اس فکر کا سرچشمہ صرف اور صرف مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں۔

شاہ صاحب موصوف نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کو دیوبندی فکر کے قریب تسلیم کیا ہے، لیکن مولوی رشید احمد گنگوہی نے تو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا معاملہ بھی صاف کر دیا، درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں کے اعتراضات تھے، شاہ عبد العزیز ان کو دفع کرنا چاہتے تھے، اس وجہ سے بات لگا کر کہتے تھے..... حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) نے ارشاد فرمایا کہ بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا بڑی بات چھوٹی نہیں، شاہ اسحاق اور مولانا اسماعیل صاحب ان سب کا ایک ہی مشرب تھا مگر شاہ اسحق صاحب نے شقوق نکال کر کہا کچھ فائدہ نہ ہوا، مولوی اسماعیل صاحب نے صاف صاف منع کیا بہتیرے مان گئے۔

باوجودیکہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی استاذ الاساتذہ ہیں ان پر کتنی کھلی چوٹ کی گئی ہے کہ وہ بات لگا کر کہتے تھے اور بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا، دل کے چوڑگوشتے میں چھپی ہوئی بات یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز،

۱۔ محمد عاشق الہی میرٹھی : تذکرۃ الرشید، ج ۲ ص ۲۴۷

مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی طرح بات بات پر عامۃ المسلمین کو کافر و مشرک نہیں کہتے تھے، یہی ان سے ناخوشی کا سبب تھا اور اسی لیے ان کی دینی و علمی خدمات پر پانی پھیر دیا گیا۔

خاندانِ ولی اللہی نے دینِ متین کی عظیم خدمات انجام دی ہیں، خصوصاً حدیث اور تفسیر میں تو پاک و ہند کے تقریباً تمام علماء ان ہی کے خوشہ چین ہیں اس قسم کی عبارات پڑھ کر تعجب ہوتا تھا کہ ان کے بارے میں احسان ناشناسی کا رویہ کیوں روار کھا گیا؟ ایک طبقے نے تو اس سے بھی آگے قدم بڑھایا اور ان حضرات کی تصانیف میں ترمیم اور تحریف سے بھی گریز نہ کیا بلکہ کئی جعلی کتابیں ان کے نام منسوب کر دیں، جیسے کہ آپ حکیم محمود احمد برکاتی کے مقالہ میں ملاحظہ کریں گے۔

”القول الجلی فی ذکر آثار الولی“ تالیف شاہ محمد عاشق پھلتی، شاہ

ولی اللہ محدث دہلوی کی مستند ترین سوانح اور ان کے افکار و معمولات کا معتد ترین مجموعہ ہے، حیرت ہے کہ اتنی اہم کتاب دو سو سال سے زیادہ عرصہ تک شائع نہیں کی گئی، کس مصلحت کے تحت اسے نظر انداز کیا گیا؟ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکیم محمود احمد برکاتی (کراچی) لکھتے ہیں،

ایسی بیشتر کتابیں جو ابطالِ توہم (دوبابیت) پر لکھی گئی تھیں ”اخیار و صلحاء“ نے ان کو ناپید کرنے کی منظم سعی بلیغ کی ہے، اب زمین اپنے خزانے اُگل رہی ہے، القول الجلی برآمد ہو گئی ہے، معید الایمان بھی برآمد ہوگی، حکیم اجمل خاں کے بزرگ حکیم شریف خاں نے بھی تعویث (الایمان) کا ردِ تعویث لکھا تھا، وہ بھی نایاب ہے۔

۱۔ مکتوب جناب حکیم محمود احمد برکاتی، بنام راقم، تحریر ۶ نومبر ۱۹۹۰ء

القول الجلی کا ایک نسخہ بصورت مخطوطہ خانقاہ کاکوری، لکھنؤ میں موجود تھا، مولانا تقی انور علوی نے اس کا اردو ترجمہ کر کے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا، جس پر محقق عصر حضرت مولانا زید ابوالحسن مدظلہ (دہلی) نے مبسوط مقدمہ لکھا اور خاص خاص مقامات کی نشان دہی فرمائی۔ چونکہ اس کتاب سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بارے میں قائم کیے ہوئے بہت سے نظریات کی نفی ہوتی ہے، اس لیے ممکن تھا کہ مترجم پر حسبِ غشائے تغیر و تبدل کا الزام عائد کیا جاتا، حضرت علامہ مولانا زید ابوالحسن مدظلہ نے ۱۹۸۹ء میں فارسی مخطوطے کا عکس شائع کر دیا، اور اس کے آخر میں اردو ایڈیشن کا مقدمہ اور اختتامیہ بھی شامل کر دیا، پھر یہ مقدمہ اور اختتامیہ الگ بھی شائع کر دیا، مولائے کریم انھیں دونوں جہانوں میں جزائے خیر عطا فرمائے، جناب حکیم سید محمود احمد برکاتی نے القول الجلی کی بازیافت کے نام سے ایک پُر مغز علمی مقالہ لکھا جس میں پوری کتاب کے مندرجات کا خلاصہ اور نچوڑ سمودیا ہے۔

ایک محقق فاضل نے القول الجلی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے معمولات وہی تھے جنہیں

۱۔ تکیہ کاظمیہ کاکوری کے سجادہ نشین مولانا حافظ محمد مصطفیٰ حیدر قلندر کے بھتیجے۔
 ۲۔ حضرت مولانا زید ابوالحسن، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد،
 حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند اصغر اور خانقاہ میرزا مظہر
 جانجاناں شہید کے سجادہ نشین ہیں۔

۳۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی کے مایہ ناز شاگرد علامہ سید برکات احمد ٹونکی کے
 پوتے، کراچی میں مطب چلاتے ہیں۔

آج عرف عام میں بریلویت کہا جاتا ہے، تب یہ عقدہ کھلا کہ ایک طبقہ ان سے ناخوش کیوں ہے؟ اور ایک طبقے نے ان کی طرف جعلی کتابیں منسوب کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ اللہ تعالیٰ سب کو قبولِ حق اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رضا اکیڈمی لاہور کی طرف سے حکیم صاحب کا مقالہ اور حضرت زید ابوالحسن کا مقدمہ اور اختتامیہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، امید ہے کہ ان دونوں علمی اور تحقیقی مقالوں کی بدولت بہت سی غلط فہمیوں کی اصلاح ہو جائے گی۔

۱۱ رجب ۱۴۱۱ھ

○ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

۲۸ جنوری ۱۹۹۱ء

”القول الجلی“ کی بازیافت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اولین اور مستند سوانح حیات خود ان کی حیات میں شاہ محمد عاشق پھلتی نے مرتب کی تھی اور شاہ صاحب کی نظر سے بھی یہ کتاب گزر چکی تھی اور ان کی ہدایت کے مطابق اس میں اضافات بھی کئے گئے تھے اور اپنی خود نوشت (الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف) میں شاہ صاحب نے اس کی تصدیق و تصویب بھی فرمادی تھی اور اس طرح یہ کتاب شاہ صاحب کی نہ صرف اولین بلکہ مستند اور معتبر سوانح حیات تھی۔

القول الجلی فی ذکر آثار الولی کچھ عرصے متداول بھی رہی، نواب صدیق حسن خاں نے ۱۸۸۰ء میں اس سے التقاط و اقتباس کیا تھا اور ۱۸۹۰ء میں مولوی رحمن علی نے اپنے ماخذ میں اس کا نام لیا تھا مگر اس کے بعد یہ کتاب بے نشان ہو گئی اور تقریباً

- ۱۹۴ ص ۱۹۴ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف، مطبع اول دہلی (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۶ء)
- ۹۱۲ ص ۹۱۲ ابجد العلوم، مطبع صدیقی بھوپال سنہ (۱۲۹۶ھ/۱۸۸۰ء) و ص ۲۳۰
- اتحاف النبلا، مطبع نظامی کان پور (۱۳۸۸ھ/۱۸۷۲ء)
- ۲۵۸ ص ۲۵۸ تذکرہ علماء ہند، نوکثور لکھنؤ ۱۹۱۴ء (اشاعت دوم)

ایک صدی تک بے نشان رہی۔ کسی مورخ اور مصنف نے اس کا حوالہ نہیں دیا۔
 حیاتِ ولی کے مصنف مولوی رحیم بخش کو بھی یہ کتاب دستیاب نہیں ہو سکی تھی، کسی
 نجی یا عام ذخیرہ کتب میں بھی اس کے وجود کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ ۱۹۷۸ء میں
 جناب خلیق احمد نظامی نے یہ مشردہ سٹایا کہ خانقاہ کا کوری کے ذخیرہ کتب میں اس
 کتاب کا مخطوطہ شناخت اور دریافت کر لیا گیا ہے۔ بعد میں خدا بخش اور نیپل پبلک
 لائبریری (پٹنہ) میں بھی اس کے ایک ناقص الاول مخطوطے کا سراغ مل گیا۔

خانقاہ کا کوری میں اس مخطوطے کے وجود کی خبر سن کر جب خاکسار نے جناب
 مولانا مجتبیٰ حیدر علوی سے اپنے اور دوسرے بہت سے اہل علم کے اشتیاق اور مطالعے
 کے لئے بے تابی کا ذکر کر کے اس کی طباعت کی درخواست کی تو معلوم ہوا کہ ان کے
 فاضل فرزند جناب مولانا فتی انور علوی نے اس کا اردو ترجمہ کر لیا ہے، اب کتاب
 طباعت کے مرحلے میں ہے بالآخر ۱۹۸۸ء میں القبول الجلی کا اردو ترجمہ ہمارے
 ہاتھوں میں تھا، پھر اس کے کچھ دن بعد ہی جناب مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے اصل
 مخطوطے کا مصورہ شائع فرما دیا۔

۱۵ ص ۲۹ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، دہلی ۱۹۶۹ء
 ۱۶ کتاب کے تین ابواب میں سے پہلا باب شاہ صاحب کے سوانح کے لیے مختص ہے وہی اس
 مخطوطے میں سے غائب ہے۔ ہمیں ورق کہ سید گشت مدعا میں جا ست
 ۱۷ کتب خانہ انورید، تکیہ شریعت، کاکوری ضلع لکھنؤ، اتر پردیش بھارت۔ ترجمہ ۶۷۹ صفحات
 پر مشتمل ہے آغاز میں جناب مولانا ابوالحسن زید فاروقی (سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر
 دہلی) کا ۵۵ صفحات کا مقدمہ اور ۲۱ صفحات کی عرض مترجم، مزید علیہ ہیں۔

۱۸ شاہ ابوالخیر اکادمی، شاہ ابوالخیر مارگ دہلی بھارت، کتاب (باقی بر صفحہ آئندہ)

شاہ صاحب کی شخصیت کی عظمت کی بنا پر ان کی یہ مستند اور مفصل سوانح جیسا بڑی اہمیت کی حامل ہے اور اس کی گمشدگی جتنی صبر آزما اور حیران کن تھی اب اس کی بازیافت اور طباعت اتنی ہی دل خوش کن ہے۔ کتاب جن حقائق پر مشتمل ہے وہ نہ صرف نئے بلکہ چونکا دینے والے بھی ہیں۔ ایک طرف اس میں شاہ صاحب کے سوانح کے سلسلے میں معلومات میں اضافہ اور اب تک کی معلومات کی تصحیح ہوئی ہے وہ اس تصویر سے مختلف ہے جس سے اب تک ہماری نگاہیں آشنا ہیں اور شاہ صاحب کے کلامی و فقہی مسلک اور انداز فکر کے متعلق اب تک ہمارا جو تاثر رہا ہے کتاب کے مطالعے کے بعد ایک طبقہ کے لئے شاہ صاحب کی شخصیت میں جا ذبیت بڑھ جائیگی تو دوسرے طبقے کو شاہ صاحب سے اپنی نسبت خاطر اور وابستگی پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوگی۔

القول الجلی کے بالاستیعاب مطالعے کے بعد اس کے مخطوطے کی نایابی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۴۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، آخر میں ۵ صفحات کا اختتامیہ اور ۵۵ صفحات کا مقدمہ (از مولانا ابوالحسن زید) بھی شامل ہے۔ مخطوطہ کی کتابت ۲۵ شعبان ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۸۱۳ء کو ہوئی ہے ضخامت ۴۹۸ صفحات۔ سطور فی صفحہ ۱۹۔ کتاب کی مخطوطہ کے مصورہ (فوٹوسٹیٹ) کے ذریعے طباعت اس پہلو سے تو صحیح ہے کہ مشتملات کتاب کے اعتباراً استناد میں کسی کو کلام کی گنجائش نہ رہے اور الحاق یا ترمیم و تحریف کا شائبہ نہ پیدا ہو مگر یہ شکل کتاب سے استفادے میں حارج ہے اور کاتب کے خوش قلم اور محتاط نہ ہونے کی وجہ سے بگڑت مقامات مایقر نہیں ہیں اور پھر فہرست مضامین اور اشاریہ رجال و اماکن و کتب کی کمی بھی بہت محسوس ہوتی ہے اور کتاب سے استفادہ محنت طلب ہو گیا ہے۔

گمشدگی کا راز بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔
آئیے کتاب پر ایک نظر ڈالیں۔

تعارفِ مولف

پہلے اس کے مولف سے متعارف ہوں۔

کتاب کے مولف شاہ محمد عاشق پھلتی ہیں جو شاہ صاحب کے میرے
بھائی تھے، ان کے والد شاہ عبید اللہ، شاہ صاحب کے حقیقی ماموں تھے اور
ان کے دادا شاہ محمد شاہ صاحب کے حقیقی نانا شاہ عبد الرحیم کے خسر تھے۔
وہ شاہ صاحب کے نسبتی بھائی بھی تھے۔ شاہ صاحب کا پسلا عقد
ان کی حقیقی بہن سے ہوا تھا جن کے بطن سے شاہ صاحب کے سب سے بڑے
فرزند شاہ محمد اور ان کی دو بہنیں تھیں۔ انھیں شاہ صاحب سے مصاہرت کا
تعلق بھی تھا۔ ان کے دو فرزندوں شاہ عبد الرحمن اور شاہ عبد الرحیم فائق کے
عقد علی الرتیب شاہ صاحب کی دو صاحبزادیوں (امۃ العزیز اور فرخ بی) سے
ہوا تھا۔

وہ شاہ صاحب کے شاگرد بھی تھے (القول الجلی ص ۲۸۶)۔ وہ
شاہ صاحب کے رفیق درس بھی تھے، شیوٹ جاز سے صحیح بخاری اور سنن دارمی
کے درس میں شاہ صاحب کے شریک رہے (القول الجلی ص ۲۹۱) وہ شاہ صاحب
کے مسترشد بھی تھے۔ انھوں نے شاہ صاحب سے دوران طلب علم ہی میں بیعت
کر لی تھی (ص ۲۸۶) اور مسجد الحرام میں میزابِ رحمت کے نیچے بیعتِ ثانیہ
کی تھی (ص ۲۹۱)۔

شاہ محمد عاشق کی ولادت ۱۱۰ھ میں پھلتی (ضلع مظفرنگر، اتر پردیش،

بھارت) میں ہوئی تھی یوں وہ شاہ صاحب سے چار سال بڑے تھے، مستقل قیام پھلت میں ہی رہا مگر تحصیل علوم کے عہد کے علاوہ بھی ہجرت دہلی آتے جاتے رہتے تھے خصوصاً (شدید مجبوری کے سوا) ہر سال ماہ صیام میں دہلی میں آتے اور شاہ صاحب کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ شاہ صاحب سے مسلسل مراسلت کرتے رہتے تھے شاہ صاحب کے مسودات کی تبیض ہی نہیں بلکہ ان کے متفرق شذرات کی جمع و ترتیب بھی وہ عمر بھر بڑے اہتمام اور ذوق و شوق سے کرتے رہے۔ شاہ صاحب جو مکاتیب خود ان کے اور دوسرے حضرات کے نام لکھتے تھے انھیں حاصل کر کے حفاظت سے رکھتے تھے۔ مختصر یہ کہ شاہ محمد عاشق، شاہ ولی اللہ کے عاشق تھے اور ان دونوں کو باہم وہی نسبت خاطر تھی جو حضرت نظام الدین اور امیر خسرو کے درمیان تھی، شاہ صاحب بھی دوسرے اعزہ اور متوسلین کے مقابلے میں ان سے خصوصی محبت کرتے تھے، کہیں ان کو "اعز اخوان واجلہ خلان" لکھا ہے کہیں سجادہ نشین اسلاف کرام، کہیں وعاء علمی و حافظ اسرار و ناظور کتبہ و الباعث علی التوسید اکثر منہا والی مباشر لتبیضہ (میرا ظرف علم، میرے اسرار کے امین، میری کتابوں کے نگراں، میری اکثر کتابوں کے سبب تالیف، میرے مسودات کو صاف کرنے والے) لکھا ہے۔

شاہ صاحب نے خود بھی کئی کتابیں تالیف کیں جو افسوس ہے کہ اب تک سب کی سب غیر مطبوعہ ہی نہیں نایاب بھی ہیں:

(۱) شاہ صاحب کی الخیر الکثیر کی شرح

(۲) درایات الاسرار

(۳) شرح اعتصام الامین

(۴) کشف الحجاب

(۵) تذکرۃ الواقعات

(۶) سبیل الرشاد

(۷) مکاتیب شاہ ولی اللہ

(۸) القول الجلی فی ذکر آثار الولی

القول الجلی

القول الجلی، شاہ صاحب کی حیات ہی میں مرتب ہو گئی تھی اور ۱۱۶۲ھ میں اس کے پہلے دو باب مکمل ہو چکے تھے (ص ۶۹۳) تیسرا اور آخری باب بعد میں تحریر کیا گیا اور پہلے باب میں شاہ صاحب کے وصال کی فصل کا اضافہ، حادثہ و وفات ۱۱۷۶ھ کے بعد کیا گیا، کتاب کے استناد کے متعلق مؤلف کا بیان ہے کہ:

یہ سچ چیز دیریں رسالہ بقید قلم نیاوردہ مگر اس رسالے میں کوئی چیز ایسی نہیں کہ برآں جناب مکرر عرض شدہ و بشرف لکھی گئی جسے شاہ صاحب نے ملاحظہ فرمایا ہو اور اصلاح نہ فرمائی ہو۔ (ص ۴)

اور خود شاہ صاحب نے اپنی خود نوشت میں اس کی تصدیق و تصویب فرمائی ہے:

بعض اعز انخوان واجلہ خلان تفصیل
ان واقعات باوقائع دیگر در رسالہ
مضبوط نمودہ اند و آن را بہ قول حبلی
مستہمی کردہ اند جزاہ اللہ خیر البحر امرو
احسن الیہ والی اسلافہ و اعقابہ اوخلہ
الی ما یتیمانہ من دینہ و دنیاہ (ص ۹۴)

ایک عزیز ترین بھائی اور محترم دوست
نے ان باتوں اور میرے دوسرے حالات
زندگی کو ایک رسالے میں جمع کر دیا ہے اور
اس کا نام قول جلی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ
انہیں بہتر جزا دے اور ان کے بزرگوں
اور اخلاف کے ساتھ اچھا معاملہ فرمائے
اور ان کا دین اور دنیا کی خواہشوں کو پورا کرے۔

کتاب تین اقسام (ابواب) پر مشتمل ہے :

(۱) شاہ صاحب کے سوانح (ص ۲ تا ۲۹)

(۲) شاہ صاحب کے ارشادات (ص ۲۷۹ تا ۳۶۶)

(۳) تلامذہ و مسترشدین کے تراجم و فضائل

ان میں سے پہلے دو باب ہی اہم اور اصل ہیں اور ۶۶۳ صفحات پر محیط ہیں۔ تیسرے باب کو خود مولف نے بمنزلہ ذیل قسم اول قرار دیا ہے اور ۱۳۲ صفحات کا ہے۔

اضافات

القول الجلی سے شاہ صاحب کے سوانح کے سلسلے میں ہماری معلومات میں جو اضافات ہوئے یا اب تک کی معلومات کی جو تصحیح ہوتی ہے ذیل میں اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاتا ہے :

۱

شاہ صاحب کی والدہ (شاہ عبدالرحیم کی دوسری اہلیہ) کا نام فخر النساء تھا اور وہ تعلیم شریعت از تفسیر و حدیث عالمہ و باآداب طریقت مودبہ و باقلیم عارفہ و بمصداق اسم خود فخر النساء بودند و دریں معنی از بس از رجال سبقت نمودہ (صل)

۲

شاہ صاحب نے اپنے معلوم سفر حج سے پہلے بھی ایک بار حج کے ارادے سے سفر اختیار کیا تھا مگر کھنیا بیت سے لوٹ آئے تھے۔ بیس سال کی عمر میں ۱۱۳۳ھ میں ہی غالباً جذب کی سی کیفیت میں سفر حج کا عزم کر لیا تھا۔ والدہ تک سے حج کے بجائے توریئے کے طور پر کسی دوسرے (قریبی) مقام کا نام لیا تھا اور زاہراہ کی فکر کیے بغیر بے سرو سامانی کے عالم میں نکل کھڑے ہوئے تھے اور کئی

اصحابِ طریقت بھی ساتھ ہو گئے تھے جنہیں لے کر پیدل روانہ ہو گئے تھے۔
 راجپوتانے (راجستھان) کے راستے احمد آباد ہوتے ہوئے کھنباہیت پہنچ گئے جہاں
 سے جہازوں کے ذریعے روانہ ہونا تھا مگر وہاں ایک اشارے کی بنا پر فسخ عزم
 کر کے واپس گھر تشریف لے آئے تھے (ص ۲۵-۲۶) اس سفر پر روانہ ہوتے
 وقت شاہ صاحب کے پاس تین چار روپے سے زیادہ نہیں تھے، رفتاری بھی
 تھی کیسہ تھے، اتنا طویل سفر درپیش تھا مگر ایک وقت بھی فاقہ کی نوبت نہیں آئی
 بلکہ شاہ صاحب اور ان کے ہم سفر اصحاب مستقل طور پر اعلیٰ درجے کی غذا استعمال
 کرتے رہے۔

اور شاہ صاحب کے توکل کا یہ عالم تھا کہ رفتار سفر اگر کفایت کے پیش نظر
 کم درجے کی غذا کا اہتمام کرنا چاہتے تو شاہ صاحب منع فرماتے اور ارشاد فرماتے
 کہ جب ہم نے اللہ تعالیٰ کے تکفل پر اعتماد کر لیا ہے تو اب اس کی مرضی یہ نہیں کہ
 کم تر درجے کی غذا استعمال کریں تم میں سے جس کا جس چیز کو جی چاہے وہی غذا
 بے تکلف استعمال کرو۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب سے اس سفر میں تسلسل اور
 تواتر کے ساتھ کرامات کا ظہور ہوا۔

۳

دوسری بار شاہ صاحب نے ۱۱۴۳ھ میں سفر حج کا عزم کیا اور ۸ ربیع الاول
 کو روانہ ہو گئے۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۴۳ھ کو مکہ معظمہ پہنچے۔ حج سے فراغت کے
 بعد ربیع الاول ۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ پہنچے۔ ۱۵ شعبان کو مکہ معظمہ واپس ہونے
 حج ثانی کیا اور ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ کو دہلی واپس پہنچ گئے۔

شاہ صاحب نے یہ سفر دہلی سے پنجاب اور سندھ ہوتے ہوئے سورت
 تک اس طرح کیا کہ راہ میں جہاں جہاں بزرگوں کے مزارات آتے ان پر حاضری

دیتے اور مراقب ہوتے۔ پانی پت میں شاہ بوعلی قلندر کے، سرسند میں حضرت شیخ
مجدد کے، لاہور میں شیخ ہجویری کے، ملتان میں مخدوم بہار الدین زکریا اور
شاہ رکن عالم کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے اور
نصرپور سے ٹھٹہ اور وہاں سے سورت پہنچے، سورت سے جہاز میں جدہ اور جدہ سے
مکہ معظمہ پہنچے، واپسی میں سورت سے دوسرا راستہ اختیار فرمایا اور گوالیار میں
خواجہ خانو اور شیخ محمد غوث کے اور آگرہ میں امیر ابو العلی کے مزارات کی زیارت
کرتے ہوئے دہلی واپس پہنچے۔

اس سفر میں ملتان میں بہت سے حضرات آپ سے بیعت ہوئے اور نصرپور
میں تو بکثرت علماء و فضلاء دور دور سے سفر کر کے آئے، آپ سے استفادہ کیا
اور بیعت کی۔ ٹھٹہ میں تو شہر کے تمام ہی علماء اور صوفیہ داخل سلسلہ ہوئے
انہی میں سندھ کے مشہور عالم اور مصنف محمد معین بھی تھے جو اجازت سے
سرفراز ہوئے۔ (ص ۳۸ تا ۴۹)

۴
شاہ صاحب کی ایک صاحبزادی صاحبہ تھیں جو جوان اور شادی شدہ تھیں

۱۷ نصرپور، ٹھٹہ کے قریب ایک شہر ہے اس دور میں یہ بندرگاہ بھی تھی فیروز تغلق نے
۵۲ھ میں اسے آباد کیا تھا۔

۱۷ صاحبہ، شاہ صاحب کی پہلی اہلیہ سے سب سے پہلی اولاد تھیں۔ ان کی ولادت
۱۱۴۳ھ میں ہوئی۔ ان کے بعد ۱۱۴۵ھ میں شاہ محمد اور ۱۱۴۸ھ میں امہ العزیز
کی ولادت ہوئی، مقالہ مولانا نور الحسن راشد، فکر و نظر اسلام آباد جلد ۲۵
شمارہ ۱ (جولائی ستمبر ۱۹۸۷ء)

مگر شاہ صاحب کی حیات میں ہی ان کی رحلت ہو گئی تھی (ص ۱۷۵) شاہ صاحب کے ایک صاحبزادے میاں سعد الدین تھے (ص ۲۰۲) شاید یہ نوعری ہی میں وفات پا گئے کیونکہ پھر کسی موقع پر ان کا نام نہیں آیا۔ شاہ عبدالعزیز کا بیان کہ "والدین را کودک بسیار مُردہ بودند" شاید میاں سعد الدین بھی عہدِ طفلی میں ہی وفات پا گئے۔

۵

شاہ صاحب مستقل طور پر مہدلوں میں مقیم تھے (جسے اس زمانے میں محلہ کوشک زور کہتے تھے) مگر صفدر جنگ (۱۷۵۴ء) کے ہنگامے کے دوران نیانہ مندوں کی درخواست پر عارضی طور پر "نئی دلی" منتقل ہو گئے تھے (ص

(۲۰۶)

کوشک زور اس دور میں پرانی دلی میں شمار ہوتا تھا اور شاہ جہاں کی بسائی ہوئی دلی کو "نئی دلی" کہتے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں فرنگیوں نے اپنی نئی دلی بسائی تو شاہ جہاں کی دلی پرانی دلی کہلانے لگی۔

۶

احمد شاہ درانی کے حملے کے دوران، ۱۱۷۳ھ میں، شاہ صاحب عارضی طور پر دلی سے بڑھانہ (ضلع مظفرنگر) منتقل ہو گئے تھے (ص ۲۳۰)

۷

شعبان ۱۱۷۴ھ میں شاہ صاحب بڑھانہ میں مقیم اور حسبِ عادت اعتکافِ اربعین میں تھے۔ بازو میں درد محسوس ہونے لگا۔ درد جب

لے ملفوظات شاہ عبدالعزیز، مطبع مجتبیٰ میرٹھ ۱۳۱۴ھ

شدید ہو گیا تو غلوت موقوف فرما کر علاج کی طرف توجہ فرمائی۔ درد کے ازالے کے بعد پھر غلوت اختیار فرمائی تو درد پھر عود کر آیا، جو علاج سے زائل تو ہو گیا مگر سقوطِ شہنا، صلابتِ معدہ، سورتنفس اور سوء القہیہ کے عوارض لاحق ہو گئے، معامی اطباء کے علاج سے جب افادہ نہیں ہوا تو دہلی سے ایک عقیدت کیش اور فاضل طبیب بڑھانے آئے اور معالجه کا آغاز کیا مگر عوارض میں تخفیف نہیں ہوئی تو ۸ ذی الحجہ کو دہلی تشریف لے گئے، وہاں متعدد اطباء نے اپنی اپنی تشخیص کے مطابق تدابیر اختیار کیں مگر عوارض میں اشتداد ہی ہوتا گیا ایک دن طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور اطراف سرد ہو گئے، نبض غائب ہو گئی تو ہنجالج مایوس ہو گئے، اسی حالت میں ایک دن حضرت مرزا مظہر جان جاناں عیادت کے لیے تشریف لائے اور تخیلہ کر کے ڈیڑھ گھنٹہ تک مراقبہ کیا، مرزا صاحب کے رخصت ہوتے ہی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی اور آناً فاناً موت کے آثار مرتب ہونے لگے، یہاں تک کہ ظہر کے وقت (۳ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ کو) وصال ہو گیا (ص ۲۵۹-۲۶۴)

۸

شاہ صاحب کے ذہنی ارتقار کے جائزے کے لیے ان کی تالیفات کی ترتیب زمانی کا تعین ضروری ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی کوشش ڈاکٹر مظہر بقانے کی تھی۔ اب القول کی اشاعت کے بعد اس موضوع پر بات آگے بڑھائی جاسکتی ہے۔ دو کتابوں کے سنین تالیف کا تعین یقین کے ساتھ ہو گیا ہے۔ (۱) فیوض الحرمین کی تالیف حجاز میں ہی ہو گئی تھی۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ واپسی (رمضان ۱۱۴۳ھ) میں اعتکاف کے دوران یہ کتاب تالیف کی گئی (ص ۴۷)

۱۰ اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

(۲) المقدمة السنیه کی تخریر بھی مکہ معظمہ میں اسی سال ہوئی۔ شیخ ابوطاہر کی فرمائش پر شاہ صاحب نے شیخ مجدد الف ثانی کے رسالہ ردّ و افضح تخریب کی تھی (ص ۴۶)

(۳) القول الجلیل فی بیان سواء السبیل، یہ کتاب شاہ صاحب کے سفر (۱۱۴۳ھ) سے پہلے ہی مرتب ہو گئی تھی اور شاہ صاحب اُسے ساتھ حج لے گئے تھے جہاں شیخ ابوطاہر کر دی نے اپنے ہاتھ سے اس کی نقل کی اور پھر شاہ صاحب سے اس کا درس لیا۔ دیا ر مغرب، بصرہ، مہر کے متعدد اصحاب طریقت نے بھی اس کی نقول حاصل کیں اور شاہ صاحب سے اجازت حاصل کی۔ (ص ۴۷ و ۴۸)

شاہ صاحب کے جو مکاتیب اب تک دریافت اور شائع ہو چکے ہیں القول میں ان کے علاوہ متعدد نئے مکاتیب نظر آتے ہیں مختلف مقامات پر القول میں ہی کُل گیارہ مکاتیب ہیں ان میں سے ایک ایک مکتوب نجیب الدو ملکہ زینت محل اور مخدوم محمد معین تتوی کے نام اور آٹھ مکاتیب شاہ محمد عاشق کے نام ہیں (ص ۱۸۹، ۱۹۹، ۲۰۷، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۵، ۲۴۵، ۲۵۴، ۲۵۶، ۲۵۷ اور ۲۸۲)

۱۔ المقدمة السنیه بھی شاہ صاحب کی گم شدہ یا گم کردہ کتابوں میں سے تھا یقینی طور پر اس کا وجود صرف ادارہ تحقیقات عربی فارسی ٹونک میں تھا۔ اس کے علاوہ دو ایک نجی ذخیروں میں اس کے مخطوطات کی صرف خبریں ہی تھیں اب مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے ۱۹۸۳ء میں یہ مخطوطہ حاصل کر کے شائع کر دیا ہے۔ ساتھ ہی شیخ مجدد کا اصل فارسی رسالہ بھی۔

مکاتیب کے علاوہ القول میں شاہ صاحب کی بعض نئی تحریریں بھی ہیں

۱۔ ایک مسترشد شیخ شرف الدین کی تالیف نقادۃ التصوف پر شاہ صاحب کی تقریظ (ص ۴۷۶)

۲۔ شاہ صاحب نے خواجہ محمد امین کی درخواست پر "قواعد سلوک" کے سلسلے میں رباعیات نذر فرمائی تھیں اور ساتھ ہی ان کی شرح بھی کی تھی۔ (ص ۳۱۱ تا ۳۱۳)

القول میں شاہ صاحب کی حسب ذیل تصانیف و تالیفات کے نام

یے گئے ہیں،

(۱) تفہیمات الہیہ	(۲) حجة اللہ الباقہ
(۳) الخیر الکثیر	(۴) لمحات
(۵) سمعات	(۶) الطاف القدس
(۷) فیوض الحرمین	(۸) ہوامع
(۹) فتح الرحمن	(۱۰) اطیب النعم
(۱۱) اعتصام الایمن بحبل اللہ بذریعہ توسل ولی اللہ	(۱۲) اعتصام الایمن بحبل اللہ بذریعہ توسل ولی اللہ
(۱۳) القول الجمیل	(۱۳) سطعات
(۱۴) انفاس العارفين	(۱۵) المقدمۃ السنیہ
(۱۶) المسوی	(۱۶) المصنفی
(۱۸) قرۃ العینین	(۱۹) الفوز الکبیر

(۲۱) الانصاف

(۲۳) عقد المجید

(۲۵) وصیت نامہ

(۲۰) فتح الخیر

(۲۲) شقار القلوب

(۲۴) مکتوب مدنی

مگر حیرت ہے کہ یہ فہرست مکمل نہیں ہے اور مذکورہ کتابوں کے علاوہ شاہ صاحب کی اور بھی تالیفات ہیں۔ مثلاً

خود شاہ صاحب نے اپنی حسب ذیل دو کتابوں کا ذکر کیا ہے :

(۱) النجیۃ فی سلسلۃ الصحیۃ

(۲) الفصل المبین فی المسلسل من الحدیث النبی الامین

حاشیہ رسالہ لبس احمر کا ذکر شاہ عبد العزیز نے کیا ہے۔

حسب ذیل کتابیں مطبوعہ ہیں :

(۱) ازالۃ الخفا

(۲) البدور البازغہ

(۳) تاویل الاعادیث

(۴) البحر اللطیف

(۵) رسالہ دانش مندی

(۶) الدر الثمین

(۷) الزواور

(۸) الارشاد الی مہمات الاستاد

(۹) تراجم ابواب بخاری

(۱۰) الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ

(۱۱) تحف النبیہ

(۱۲) شرح تراجم ابواب بخاری

(۱۳) کشف الغیب

(۱۴) سرور المحزون

۱۔ اجازہ بنام شیخ جبار اللہ، مقدمہ المسوی، طبع مکہ معظمہ

۲۔ اجازہ بنام شیخ محمد بن پیر محمد، الخیر الکثیر طبع ڈابھیل

۳۔ فتاویٰ شاہ عبد العزیز دہلوی ص ۱۲۸ مطبع مجتہبی دہلی ۱۸۹۲ء

(۱۶) صرف منظوم

(۱۵) السرا المکتوم

حسب ذیل دو کتابوں کا ذکر مولانا سید محمد لقمان رائے بریلوی نے کیا:

(۲) اسرارِ فقہ

(۱) منصور

حسب ذیل آٹھ تالیفات کا ذکر عبدالرحیم ضیاء نے مقالاتِ طریقت میں کیا ہے:

(۱) فتح الودود فی معرفۃ الجنود (۲) عوارف

(۳) نہایات الاصول

(۴) واردات

(۶) فتح اسلام

(۵) الانوار المحمدیہ

(۷) ذکر روافض (در رد گوہر مراد) (۸) کشف الانوار

۱۲

شاہ صاحب پر اب تک دستیاب ماخذ کی بنا پر میرا تاثر یہ تھا کہ وہ اپنی جیات
 میں نہ زیادہ متعارف تھے اور نہ مقبول، ان کا نام ان کے بعد شاہ عبدالعزیز کی
 شہرت کے بعد روشن ہوا تھا اور ۱۸۰۱ء میں لطف نے اور ۱۸۲۳ء میں
 رنگین نے ان کا تعارف شاہ عبدالعزیز کے والد کی حیثیت سے کروایا تھا، مگر
 القول الجلی کے مطالعے کے بعد یہ تاثر باقی نہیں رہا۔ شاہ صاحب اپنی جیات
 میں ہی متعارف تھے اور اللہ نے انھیں قبولِ خواص بھی عطا کیا تھا اور ان کی
 شخصیت میں ابتداء ہی سے بڑی جاذبیت تھی، وہ بیس سال کی عمر میں جب

۱۔ مکتوب بنام شاہ ابوسعید رائے بریلوی، الفرقان لکھنؤ، صفر ۱۳۸۵ھ

۲۔ تالیف ۱۸۷۳ء مطبع تین کرتان، حیدرآباد دکن

۳۔ ص ۲۶ گلشن ہند از مرزا لطف علی، طبع دکن ۱۹۰۶ء

۴۔ وصیت نامہ از سعادت یار خاں رنگین، مشمولہ وصایا اربعہ مرتب محمد ایوب قادری،

شاد ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد سندھ۔

اچانک اور کسی قدر اخفا کے ساتھ اور پاپیاد و سفر حج کے لیے روانہ ہوئے تو
 نیاز مندوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ تھی (ص ۲۵، ۲۶، ۲۹) بعد
 میں جیسے جیسے ان کے فضائل و کمالات نمایاں ہوتے گئے ان کا حلقہ تعارف و
 ارادت وسیع ہوتا چلا گیا اور ان کے گرد ہجوم خلقت رہنے لگا (ص ۱۱۵-۱۵۸)
 ان آنے والوں میں دعا خواہ عوام بھی تھے، طالبانِ علوم بھی، جادہ طرقت
 کے راہ رو بھی، مرکزی حکومت کے اونچے درجے کے حکام بھی، ملکہ زینت محل
 بھی ان سے ربط و نسبت رکھتی تھی اور تخت نشین یا تخت نشینی کے امیدوار
 بھی۔ ایک بار بادشاہ وقت احمد شاہ (۱۷۵۲-۱۷۸۳) نے
 ان کے آستانے پر نیاز مندانہ حاضری دی تھی۔ مختصر یہ کہ مدرسہ رحیمیہ کی طرف
 رجوع خلق شاہ عبدالعزیز کے عہد میں نہیں خود شاہ صاحب کے عہد میں ہونے لگا تھا
 اور صرف دہلی اور اس کے نواح نہیں کشمیر اور سندھ تک یہ سلسلہ دراز تھا
 شاہ صاحب ۱۱۴۳ھ میں (ستائیس سال کی عمر میں) سفر حج کے لیے نکلے اور
 پانی پت، سرسند، لاہور، ملتان ہوتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے تو
 ازہمہ جا علماء و طلبہ خبر قدم فیض لزم ان کی تشریف آوری کی خبر سن کر ہر طرف
 ایسا شنیدہ می دویدند و سیمہا علماء اور طلبہ دوڑے آتے تھے اور
 می نمودند۔ (ص ۲۹) استغاضے کی کوشش کرتے تھے۔

نصروپور (نزد ٹھٹھہ) میں سندھ کے کئی علماء دور دور سے آکر بیعت ہوئے
 اور اشغال کی اجازت حاصل کی (ص ۳۹) سندھ کے نامور عالم اور اہل قلم
 مخدوم محمد معین توی بھی اسی موقع پر داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ سندھ کے بعد
 کشمیر کا درجہ ہے شاہ صاحب کے مستفیدین اور عقیدت مندوں ہی میں سندھ کے
 بعد سے زیادہ تعداد کشمیر کے طالبانِ علوم اور مسترشیدین کی ہے شاہ صاحب کے تلامذہ

اور مسترشیدین کی جو فہرست میں نے "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں دی ہے
(ص ۵۰ و ۵۱) ان کے علاوہ حسب ذیل منتسبین کے نام القول میں ملے:

- (۱) مولوی محمد اعظم کشمیری (ص ۷، ۱۲۳، ۱۹۶)
- (۲) محمد قطب رشتکی (ص ۳۲) (۳) ہدایت اللہ ستوی (ص ۸۳)
- (۴) سید محمد خاں سندھی (ص ۸۸) (۵) سلطان حسین (ص ۸۹)
- (۶) شیخ شمس الحق (ص ۹۰) (۷) میر افضل (ص ۱۱۱)
- (۸) خواجہ ابوالخیر کشمیری (ص ۱۰۱) (۹) بیتہ اللہ (ص ۱۳۳)
- (۱۰) حافظ محمد کشمیری (ص ۱۲۳ و ۲۲۱)
- (۱۱) شیخ محمد مراد بدخشی (ص ۱۵۸)
- (۱۲) حافظ محمد افضل کشمیری (ص ۱۷۷)
- (۱۳) حکیم ابوالوفار کشمیری (ص ۲۲۳، ۲۵۶، ۲۵۷)
- (۱۴) خواجہ عبدالحکیم (ص ۲۵۵)
- (۱۵) محمد جواد (ص ۲۵۸) (۱۶) محمد بیگ (ص ۲۶۲)

۱۳

میں نے "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں متفرق مقامات سے
شاہ صاحب کے اشعار یک جا کر دیئے ہیں مگر القول الجلی میں جو مزید اشعار نظر آئے

وہ یہاں درج کیے جاتے ہیں:

کہ باوردار دایں حرف از فقیر خاکسار
کہ ظل عالم قدس است انکار و قبول او
نہار و باطنش از خویش آئینہ صفت رنگے
طلسم حیرت آموزست تمکین و فصول او
شعاع آفتاب از راہ این روزن ہی ریزد
بجز این نکتہ نتوان بست مضمون و قول او
جواب آساز خود خالی از سطح بحر می جوشد
وجود او نمود او شہود او حصول او
(ص ۲۵۶)

رباعیات

۱ علمے کہ نہ ماخوذ ز مشکوٰۃ نبی ست
جائے کہ بود جلوۂ حق حاکم وقت

واللہ کہ سیرابی از ان تشنہ لبی ست
تابع شدن حکم خود بولہبی ست

(ص ۳۱۱)

۲ دانی چہ بود نہج قدیم اسے دلدار!
ایں راشوی از درس عوارف عارف

شغل دل تو بظاہر و باطن بایار
واں فن دگر بار بگیر از احسار

(ص ۳۱۱)

۳ در مذہب ماہست ز اسباب غرور
در حاشیہ نفی، بشوا از حلق نفور

ذکرے کہ بود عاقل از انوار حضور
از جانب اثبات بروئے غفور

(ص ۳۱۱)

۴ مستی دولہ شرط طریق افتادست
در ذکر خفی جہر تخیل کردن

بے مست شدن کار کسے نکشادست
شرط است ز استاد طریقم یادست

(ص ۳۱۱)

۵ خواہی کہ مئے حرف محبت نوشی
دل راز خیالات جہاں صرف کنی

باید کہ بتقلیل علائق کوشی
چشم از صور جملہ عالم پوشی

(ص ۳۱۲)

۶ در عشق تو از جملہ جہاں بگز شتم
مقصود این بندہ بجز وصل تو نیست

وز ہر چہ بجزین زیاد تو زان بگز شتم
اندر طلبت از دل و جان بگز شتم

(ص ۳۱۲)

۷ دائم دل من پیش تو حاضر باشد
در مذہب ما شرک علی ست و صریح

چشم بر رخ خوب تر ناظر باشد
گر سوتے دگر خطرہ خاطر باشد

(ص ۳۱۲)

در مشرب اہل دل وجودِ عدات
در نفی خواطر و در شدہات

(ص ۳۱۲)

زیرا کہ طہارت از اصول دین است
لقوی ذریعہ حصول این است

(ص ۳۱۲)

باید نظر اہل فنایت بستن
در حکمت اہل دل خواهی دیدن

(ص ۳۱۲)

بالجہ انوار قدم پیوستند
در اذہ فیض قدس ایشان بستند

(ص ۳۱۲)

از حیطہ اسماء و صفت بیرون است
ہر چند تعیین سمت بیرون است

(ص ۳۱۲)

نظاہر شد از صورتش آثار عجیب
پیدا شود از لوح دل سرار عجیب

(ص ۳۱۲)

شنوائی و دانائی و گویائی من
واندر دل غم دیدہ شکیبائی من

(ص ۳۱۲)

۸ دانی چه بود سهل کثیر البرکات
تکمیل علوم است بسی مانع

۹ خوش آن کہ بانوار و نور نگین است
تنویر دل و نفی خواطر خواہی

۱۰ تکمیل عدم اگر ندانی کردن
این داعی جمال را دولے بہ ازین

۱۱ آنان کہ ز اذناس بہمی رستند
فیض قدس از ہمت ایشان می جو

۱۲ آن ذات کہ از قید ہمت بیرون است
ہر مرتبہ زان ذات نشانے دارد

۱۳ ہر مد کہ شد منظر آن یار عجیب
در لوح دل ارشیت کنی صورت او

۱۴ اے دوست توئی دیدہ و بنیائی من
عشق تو وہم دل غم دیدہ من

در نشان شاہ عاشق

آئی تو کہ از نام تو می بار و عشق
عاشق شود آن کس کہ بگویت گزرد

از نام تو پیغام تو سے بار و عشق
اگے زور و بام تو سے بار و عشق

(ص ۲۸۳)

تاریخ سفر حج

زدہلی برآمد ولی بہ سحر حج
ہزار و صد و چہل و سہ سال بود
۱۱۲۳ھ

بہ ششم صبح از ربیع دوم
کہ این داعیہ گشت با فعل ضم

(ص ۲۹)

تاریخ مراجعت از سفر حج

ولی چوں پس از حج بدہلی رسید
بتاریخ رابع عشر از رجب
۱۲

سر آمد سفر منقطع گشت رنج
ز سال ہزار و صد و چہل و پنج

(ص ۲۹)

۱۲

ایام عاشورہ میں فاتحہ

در ایام عاشورہ از جانب ائمہ اہل بیت
رضوان اللہ علیہم اجمعین مکرر اشارت
معاود شد کہ چیزے برائے فاتحہ الیساں
باید کرد بنا برآں روزے چیزے از حلاوت

ایام عاشورہ میں ائمہ اہل بیت رضوان
علیہم اجمعین کی طرف سے ایک سے
زیادہ بار یہ اشارات ملے کہ ان کی فاتحہ
کے لیے کچھ اہتمام کرنا چاہئے اس لیے

ایک دن کچھ شیرینی منگائی گئی اور
قرآن کریم کا ختم کر کے فاتحہ پڑھی گئی تو
ان حضرات کی ارواح پاک کی طرف
سے خوشی کی کیفیت نظر آئی۔

حاضر کردہ شد و قرآن ختم نموده فاتحہ خواندہ
شد پس سرور و ابتہاج از ارواح
طیبہ ایشان مشاہدہ افتاد۔
(ص ۸۰ - ۸۱)

زیارتِ مومنے مبارک

در روز دہم ربيع الاول بحسب دستور
بارہ ربيع الاول کو میں نے دستور قلم

لے غالباً اس کے بعد شاہ صاحب ہر سال مستقلاً یہ محفل منعقد فرماتے رہے اور ان
کے بعد شاہ عبدالعزیز نے اس تسلسل کو برقرار رکھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:
در تمام سال دو مجلس درخانہ فقیر منعقد
می شوند (۱) مجلس ذکر وفات شریف
(۲) مجلس ذکر شہادت حسنین۔
(ص ۱۱ - فتاویٰ عزیزی مطبع محتبائی
دہلی ۱۳۱۵ھ)

۱۲ ربيع الاول کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ
بھی دلایا کرتے تھے فرماتے ہیں: یک سال در ایام وفات حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم چیزے فتوح نہ شد کہ نیاز آن حضرت طعامے پختہ شود۔ یعنی
حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخوں میں ایک سال کوئی چیز
میسر نہ ہوئی کہ حضور کی نیاز کے طور پر کچھ پکایا جائے، چنانچہ بھنے ہوئے چنے اور گڑ کی
نیاز دی۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور کے سامنے (باقی بر صفحہ آئندہ)

قدیم قرآن خواندم و چیزے نیاز آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم قسمت کردم و
 زیارت بے شریف نمودم۔
 (ص ۷۲)

کے مطابق قرآن پاک کی تلاوت کی اور
 آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 کی نیاز کے طور پر کچھ تقسیم کیا اور موثر شریف
 کی زیارت کی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) انواع و اقسام کے کھانے پیش کئے جا رہے ہیں اور وہ بھنے ہوئے
 چنے اور گڑ بھی پیش کیا گیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نہایت
 خوش دلی اور مسرت کا اظہار فرمایا اور اس میں سے کچھ تناؤں فرمایا اور باقی حاضرین مجلس
 میں تقسیم فرما دیا۔ (ص ۴۲ انفاس العارفين، طبع، احمدی دہلی)

۱۵۔ یہ مومے شریف، شاہ عبدالرحیم کو عطا ہوا تھا، شاہ ولی اللہ نے اس کا واقعہ یوں لکھا،
 کہ والد صاحب فرماتے تھے کہ ایک بار بیماری کے تسلسل سے میری حالت غیر ہو گئی اسی
 حالت میں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے آغوش میں لے لیا
 اور اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر دو مومے مبارک مجھے عطا فرمائے، بیدار ہونے پر میں نے
 وہ مومے مبارک تکیے کے نیچے پائے اور بیماری اور نفاقیت بھی زائل ہو گئی "شاہ عبدالرحیم
 نے ان میں سے ایک مومے مبارک شاہ ولی اللہ کو عطا کیا تھا اور ایک شاہ اہل اللہ کو،
 شاہ اہل اللہ اسے پھلت لے گئے تھے اور وہاں اب تک شاہ محمد عاشق کے اخلاف
 کے پاس ہے۔ شاہ ولی اللہ کے ہاں اس مومے مبارک کی سالانہ زیارت
 کرائی جاتی تھی۔ مولانا فضل رسول بدایونی (جو شاہ عبدالعزیز کے معاصر خود ہیں)
 لکھتے ہیں کہ زیارت کے موقع پر مومے مبارک کا عندوچہ شاہ اسمعیل اپنے سر پر
 اٹھا کر لاتے تھے۔ (ص ۳۰ انفاس العارفين و ص ۶ الدر الثمین از شاہ ولی اللہ
 و ص ۱۰۶ العوارف المحمدیہ از مولانا فضل رسول بدایونی)

عرس

(۱) روز مجلس عرس حضرت بزرگ
قدس سرہ حضرت ایشاں بر مزار
پر اسرار شستہ بودند۔ (ص ۳۶)

(۲) حضرت ایشاں فرمودند کہ شب عرس
حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ کہ
در مقبرہ شاں ہنگامہ و سرودنے و
بمردمان شوق و وجدے بود، در مسجد
خولیش بعد عشا شستہ بودم کہ یک پارہ
نور آوردند و گفتند و آنچه در آن جا
ذوق و شوق و برکات توجہ روح مبارک
شاں بود ہمہ مرکب شدہ این صورت
گرفته کہ ارسال یافتہ۔ (ص ۱۰۱)

(۳) ہمہ در آن ایام موسم عرس حضرت
شیخ بزرگ عبدالرحیم قدس سرہ
رسید۔ (ص ۲۵۵)

قبر پر مراقبہ

فرمودند... پس ما بر مزار شریف

شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالرحیم
صاحب کے عرس کی مجلس میں ان کے
مزار پر اسرار پر بیٹھے ہوئے تھے۔

شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ میرے چچا
حضرت شاہ ابوالرضا محمد قدس سرہ
کے عرس کی رات ان کے مقبرے میں
مجلس سماع برپا تھی اور حاضرین پر
شوق و وجد کی کیفیت طاری تھی میں
عشا کے بعد اپنی مسجد میں بیٹھا تھا کہ
ایک پارہ نور لایا گیا اور کہا گیا کہ مجلس
عرس میں جو ذوق و شوق اور ان کی
روح مبارک کی توجہ کی برکات تھیں
وہ سب مرکب ہو کر اس نور کی شکل
اختیار کر گئی ہیں جو تمھارے پاس بھیجا گیا ہے۔

انہی دنوں حضرت شاہ عبدالرحیم
کے عرس کا وقت آ گیا۔

شاہ صاحب نے فرمایا میں کثرت اللہ

کے مزار پر ان کی روحانیت کی طرف
توجہ کر کے بیٹھ جایا کرتا تھا جس سے
راہِ حقیقت مجھ پر واضح ہو گئی۔

(والد ماجد) اکثر اوقات متوجہ
بروحانیت شاہ می نشستم پس
راہِ حقیقت برماکشادہ شد۔ (ص ۲۶۳)

تعویذ

شاہ صاحب (ایک بار) رہتک
گئے ہوئے تھے اور وہاں مخلصوں کے
بچوں کے لیے تعویذ لکھ رہے تھے۔

(۱) حضرت ایساں بقصبہ رہتک
تشریف بردند و برائے اطفال تعویذ
نوشتند۔ (ص ۳۴)

(۲) شاہ صاحب کے ایک مستر شد حافظ عبد الرحمان کا بیان ہے کہ میرا بچہ چھپک
میں مبتلا ہو گیا، میں نے حضرت (شاہ ولی اللہ) سے گزارش کی، حضرت نے
”تعویذ عنایت فرمودند پس شفا یافت“ (تعویذ عنایت کیا اور بچے نے شفا پائی)
(ص ۱۰۱)

جو کوئی شاہ صاحب سے بیماری سے
شفا حاصل کرنے کے لیے توجہ کی
درخواست کرتا آپ تعویذ اور دعا کے
حافظ عبد الرحمان کے حوالے فرما دیتے۔

(۳) ہر کہ از آں جناب استفاضہ شفا
از علل و امراض مے نماید تعویذ و دعا
بایشاں حوالہ مے فرمایند۔
(ص ۴۵۴)

(۴) شاہ صاحب کے ایک مستر شد سلطان حسین خاں کا بچہ شدید بیمار ہو گیا اس
کی درخواست پر آپ نے ایک طرف چینی پر آیات قرآنی اور اسماءِ الہی لکھ کر
اس کو دے دئے کہ اسے دھو کر بچے کو پلا دو اور تین دن تک پانچ روپے روزانہ
”نیاز بزرگان“ کے طور پر ہمیں لا کر دو، ان پانچ روپوں میں سے ایک روپیہ
خواجہ نقشبند اور ان کے سلسلے کی نیاز کا ہے، ایک روپیہ حضرت غوث اعظم اور

ان کے اولیاءِ سلسلہ کا اور ایک روپیہ خواجگانِ چشت کا اور ایک روپیہ سلسلہ
سہروردیہ و کردیہ کا اور ایک روپیہ سلسلہ شطاریہ و شاذلیہ کا۔ مسترشد نے
اس پر عمل کیا، بچے نے شفا پائی اور اس نے مقررہ نیاز لاکر پیش کی۔ (ص ۸۹، ۹۰)

انگوٹھی

ایک بار میں (شاہ صاحب) نے
شرف زہرہ درقمر میں دو انگوٹھیاں
بنائیں اور دو عورتوں کو (پہننے
کے لیے) دیں۔

بارے در شرف زہرہ و درقمر ساختن دو
انگشتری اتفاق افتاد و بدو کسے
از نسواں حوالہ نمود۔ (ص ۱۱۰)

فضائل درود

درود شریف کے فضائل میں سے ایک
یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی
رسوائی سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی
آبرو میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

از آن جملہ آنست کہ خوانندہ درود از
رسوائی دنیا محفوظ مماند و خلیے در
آبرو نہ بنید۔ (ص ۲۷۶-۲۷۷)

غوثِ اعظم

شاہ صاحب نے اپنے ارشادات میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ
کے لیے متعدد مواقع پر غوثِ اعظم کا استعمال کیا ہے (ص ۸۱-۲۸۵) غوثِ اعظم
کا استعمال بعض حضرات کی نظر میں قابلِ اعتراض ہے۔

سداسہاگ

درہنگام عبور در احمد آباد بر قسب
 موسیٰ سہاگ کہ مجذوبے مشہور بود
 (ص ۳۳۶) گزرافشاو۔
 (ایک سفر کے دوران) احمد آباد سے
 گزرتے ہوئے موسیٰ سہاگ کی قبر پر
 تشریف لے گئے جو ایک مشہور مجذوب تھے۔

یہ بزرگ سداسہاگی فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور

اتباع وے ہمہ تشہین بہ نسار بودند
 و دریں تشبہ اقدابوے داشتند۔
 (ص ۳۳۶)
 موسیٰ سہاگ کے پیروان کی اقداب میں
 (لباس و اوضاع میں) عورتوں سے
 مشابہت اختیار کرتے تھے۔

شاہ صاحب کے ان ملفوظات و معمولات کو پڑھ کر شاہ صاحب کی طرف
 ان کے انتساب میں تاثر ہوتا ہے اور سوچنا پڑتا ہے کہ یہ شاہ صاحب کے
 ہو سکتے ہیں؟ اس تاثر کی وجہ یہ ہے کہ اب تک ہمارے ذہن میں شاہ صاحب
 کی جو تصویر تھی وہ اس تصویر سے بہت مختلف ہے جو القول الجلی کے آئینے میں
 نظر آتی ہے اور اب تک ہم شاہ صاحب کو جس مسلک فقہی کا ترجمان اور داعی
 سمجھتے تھے یہ تحریریں اس سے مختلف ہیں۔

ہمیں تسلیم ہو یا نہ ہو اور پسند آئے یا نہ آئے ان ملفوظات و معمولات کے
 شاہ صاحب کی طرف استناد میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔ القول الجلی اس
 شخص کی مرتبہ ہے جو شاہ صاحب کا سب سے مستند ترجمان تھا، جسے خود
 شاہ صاحب نے "اعزاز الإخوان و اجلہ خلائان" لکھا ہے اور جسے شاہ عبدالعزیز
 نے شاہ صاحب کا "اجل خلفار" لکھا ہے۔ پھر اس نے
 بیچ چیز دریں رسالہ بقید قلم نیاوردہ اس رسالے میں کوئی بات ایسی

مگر کہ برآں جناب مکر عرض شدہ و
بشرف اصلاح تشریف یافتہ۔
نہیں لکھی جو ایک سے زیادہ بار
شاہ صاحب کو نہ دکھائی گئی ہو اور
اس پر شاہ صاحب نے (ضرورت ہوتی تو)
(ص ۴)

اصلاح نہ فرمادی ہو۔

پھر خود شاہ صاحب نے اس کتاب کی تصدیق و تصویب فرمادی تھی،
ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس کتاب کا بڑا حصہ شاہ صاحب کے جن
ملفوظات و ارشادات پر مشتمل ہے وہ نئے نہیں ہیں بلکہ ان کی تالیفات سے
منقول و مقتبس ہیں اور یہ تالیفات سب کی سب غیر مطبوعہ نہیں ہیں بلکہ ان میں
تغیبات الہیہ، فیوض الحرمین، ہمعات، انفاس العارفين مطبوعہ ہیں۔
کسی بھی شخصیت سے اعتنا اور اس کے افکار و آراء کے جائزے کے سلسلے
میں صحیح اور دیانت دارانہ طرز فکر و عمل یہ ہے کہ ہم یہ تحقیق کریں کہ اس کے افکار و
آراء کیا ہیں! نہ یہ کہ کیا ہونے چاہئیں! اور تحقیق و تلاش کے بعد ان افکار و
آراء ہی کو تسلیم کر کے یہ فیصلہ دیں کہ ان کو رد کریں یا قبول، اور اس شخصیت کو
پسند کریں یا ناپسند! یہ طرز فکر و عمل صحیح نہیں ہے کہ پہلے ہم یہ طے کریں کہ صحیح
نظریہ یا مسلک یہ ہے۔ لہذا اس شخصیت کا بھی یہی نظریہ اور مسلک ہونا چاہئے
اور اس کے منہ میں اپنے الفاظ کو ڈال دیں، اس کی تحریروں میں الحاقات کے ذریعے
اپنے پسندیدہ نظریات شامل کر دیں یا مستقل رسائل و کتب تصنیف کر کے اس
کی طرف ان کا انتساب کر کے اسے اپنے پسندیدہ مسلک سے مشرف کر دیں۔

شاہ صاحب کے ساتھ تو ابتداء ہی سے یہ معاملہ روار کھا گیا ہے، ان کی
کئی کتابوں (تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید وغیرہ) میں حذف و
الحاق کیا گیا۔ اس کے علاوہ ان کی طرف بر سبیل غلط مستقل چھ کتابیں منسوب

کر دی گئیں :

(۱) قرۃ العین فی ابطال شہادت الحسنین

(۲) جنۃ العالیۃ فی مناقب معاویۃ

(۳) البلاغ المبین

(۴) تحفۃ الموحدین

(۵) اشارۃ مستمرہ

(۶) قولِ سدید

پہلی دو کتابیں ایک شیعہ مولف، مرزا الطغ علی نے غسوب کی ہیں مگر ان کا صرف نام ہے و جاد نہیں ہے، باقی چار کتابیں بار بار طبع کی جاتی رہیں اور ان ہی کی کثرت اشاعت سے شاہ صاحب کے مسلک کے متعلق جو تاثر اب تک عام رہا ہے وہ "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" کے مشتملات کے برعکس ہے۔

شاہ صاحب کے اخلاف کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، شاہ عبد العزیز کی کتاب "تحفۃ اثنا عشریہ" کے طبع ہوتے ہی اس میں الحاقات کیے گئے جو شاہ صاحب کے مسلک سے متضاد تھے شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان سے براہت ظاہر کی اور اسے الحاق قرار دیا۔

مقدمہ

از کلک گوہر ریز عالم اجل، فاضل اکمل، قلموس علوم و اسرار مجمع الفضائل
والمکارم، قدوة الاصاغر والاکابر، یادگار علمائے سلف صالحین، محقق العصر
حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی المصداق سیر لابیہ، نبیرۃ امام ربانی
حضرت مجدد الف ثانی سرسندی بسط اللہ تعالیٰ ظلال رافتہ علی رؤس العالمین۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور کتاب القول الجلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِوَلِيِّ اللّٰهِ الَّذِیْ نَزَلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلٰی الصّٰلِحِیْنَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ
وَاصْحَابِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ۔

حضرت شیخ احمد قطب الدین شاہ ولی اللہ فاروقی دہلوی قدس سرہ

ولادت: طلوع آفتاب کے وقت بڑھ کے دن ۳ شوال ۱۱۱۴ھ

(۲۱ فروری ۱۷۰۳ء)

وفات: ظہر کے وقت ہفتہ کے دن ۳۰ محرم ۱۱۷۶ھ (۲۱ اگست ۱۷۶۲ء)

آپ کی جلالت قدر اور علمی منزلت کے سبب قائل ہیں۔ نواب صدیق حسن
خان نے کتاب "أَبْجَدُ الْعُلُومِ" کے صفحہ ۹۱۳ میں لکھا ہے :

(ترجمہ) میں نے تفصیل کے ساتھ آپ کا بیان اپنی کتاب "اتحاف
النبلاء" میں لکھا ہے اور ہمارے معاصر مولوی محمد حسن بن یحییٰ البکری التیمی
الترہتی مرحوم نے اپنی کتاب "الْيَانِعُ الْجَبِي" میں آپ کا ذکر نہایت
بلاغت کے ساتھ نفیس پیرایہ سے کیا ہے۔ انہوں نے آپ کے ابتدائی اور انتہائی
احوال شرح و بسط سے بیان کیے ہیں۔ اگر کسی کو تفصیل کے ساتھ آپ کے احوال
معلوم کرنے کی خواہش ہو تو وہ آپ کی تالیف کی طرف مراجعت کرے الخ
آپ کے احوال اور علم و فضل کا بیان تفصیل کے ساتھ یا اختصار کے
ساتھ علماء کرام نے بہ کثرت کیا ہے البتہ آپ کی تالیفات کے ساتھ بے اعتنائی
کا یہ عالم ہے کہ صحیح طور پر کہا نہیں جاسکتا کہ ان کی تعداد کیا ہے، مولانا حکیم سید
محمد احمد برکاتی نے اپنی تالیف "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں اسٹھ
کتابوں کے نام لکھے ہیں، مولانا ڈاکٹر منظر بچا نے "اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ"
میں ستر کتابوں کا ذکر کیا ہے، اور شاہ ولی اللہ کے شاگرد مولانا سید محمد نعمان مریف
"اعلام الہدی" یعنی تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی، اپنے مکتوب میں
جو شاہ ابوسعید حسنی کے نام لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں :

صاحب من اظاہر اصحبت الیشاں	جناب من احضرت کی ظاہری صورت
رو بہ استتار کشیدہ۔ تصنیفات آنحضرت	آنکھوں سے او جھل ہو چکی ہے آپ
قریب بہ نود بل زیادہ در علوم دین	کی تصنیفات نوتے کے قریب بلکہ
از تفسیر و اصول و فقہ و کلام و حدیث	اس سے زیادہ علوم دین میں ہیں تفسیر،
مثل حجۃ اللہ البالغہ و اسرار لغتہ و	اصول، فقہ، کلام، حدیث میں جیسے

منصور و ازالہ الخفا عن خلافہ الخلفاء
و ترجمہ قرآن کہ ہر واحد قریب بہ ہشتاد
نود جزہ کلاں بہ حجم خواہد بود و دیگر
رسائل در حقائق و معارف مثل
الطاف القدس و ہمعات و فیوض
الحرین و انفاس العارفين و غیر ہم
کہ نشان از صحبت و برکت خدمت
مے دہند، مے باید کہ عزیمت بر این
آرند کہ ہمہ را نویسانیدہ راجع نمایند

حجۃ اللہ البالغہ، اسرار فقہ، منصور،
ازالہ الخفا، اور ترجمہ قرآن کہ ان
میں سے ہر ایک اتسی نوے جز میں
بڑے حجم کا ہے اور دوسرے رسائل
حقائق و معارف میں ہیں جیسے الطاف
القدس، ہمعات، فیوض الحرین،
انفاس العارفين اور دوسری کتابیں
جو حضرت والا کی صحبت اور برکت
خدمت کا پتا دیتی ہیں چاہئے کہ آپ اس کا
عزم کر لیں کہ سب کو لکھوا کر راجع کریں۔

یہ مکتوب حیدرآباد سندھ کے مجلہ "الرحیم" کی جلد ۲ شمارہ ۳۱ از ماہ اگست

۱۹۶۵ء میں چھپا ہے۔

مولانا برکاتی نے "شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تحریات میں تحریفات"
کا عنوان دے کر دروانگریز مضمون لکھا ہے "ان حضرات کی تالیفات کی کیا بی او
نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو مستوط و ملی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا"
اور بارہ کتابوں کے متعلق (۶۱ میں سے) لکھا ہے "خاکسار کے علم میں ان کتابوں
کا کوئی مخطوطہ نہیں ہے" اور لکھا ہے "شاہ صاحب کے مصنفات کو نایاب کر کے
دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور
اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی" آپ نے "ابلاغ الحسین
ع" تحفۃ الموحیدین ع" اشارۃ مستمرہ ع" قول سدید کے نام لکھے ہیں اور دو نام
قرۃ العینین فی ابطال شہادۃ الحسین ع" الجنۃ العالیہ فی مناقب المعاوینہ

لکھے ہیں کہ ان دو کو ارباب تشیع نے ایک دوسرے پہلو سے آپ کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ مکمل رسائل و کتب تصنیف کر کے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ ایک ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جاو بے جا ترمیم و اضافہ اور تحریف بھی کر دی گئی۔ اور دس بارہ سطر کے بعد لکھا ہے ”یہی معاملہ شاہ صاحب کے اخلاف کرام کی تالیف کے ساتھ کیا گیا۔ افسوس صد افسوس کہ اب تقسیم ہند کے بعد سے اس فعل شنیع میں بہت اضافہ ہو گیا ہے یہ صاحبان اصلاح کے نام پر اپنے باطل عقائد کی تبلیغ کر رہے ہیں یہ طریقہ یہود کا تھا جس کی مذمت کئی جگہ اپنے کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے کی ہے فرمایا :

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔
اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر۔

مولانا برکاتی نے ”البلاغ البین“ وغیرہ کا ذکر کر کے لکھا ہے مندرجہ ذیل

میں اہل السنّت والجماعت کے نظریات سے متضاد نظریات اور وہ تشدد و انتہا افکار پیش کئے گئے ہیں جن کو یہ حضرات تمسک بالکتاب والسنّة کا نام دیتے ہیں اور جو کتاب توحید کی بازگشت ہیں۔ اس طرح شاہ صاحب سے احناف کو جن کی برصغیر میں اکثریت ہے بدظن اور دُور کرنے کی کوشش کی گئی۔

واضح رہے ”کتاب التوحید“ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب ہے،

اردو میں اس کا خلاصہ اور بیان ”تقریۃ الایمان“ کے نام سے چھپا اور نجد کے ارباب اقتدار اور بن باز وغیرہ کو خوش کرنے کے لیے تقریۃ الایمان کا خلاصہ اب عربی میں ”کتاب التوحید“ کے نام سے ہوا ہے۔ اس طرح کل شیء یؤجّع الی اذہلہ کا ظہور ہوا، یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹی ہے۔

مولانا سید محمد فاروق مترجم کتاب "انفاس العارفين" نے تعہدیم کے صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے: اس امر کی طرف سید ظہیر الدین احمد شاہ نے اشارہ کیا ہے کہ صرف جعلی کتابیں ہی نہیں بلکہ الحاقات بھی ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر شاہ صاحب کی تفسیحات کی یہ عبارت پیش کی جاسکتی ہے جو ان کی ساری تعلیمات میں ہمارے محققین کو سب سے پہلے نظر آتی ہے حالانکہ شاہ صاحب کے دوسرے نظریات سے وہ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (اور تحریف کرنے والوں کی یہ عبارت لکھی ہے)

نعوذ باللہ (کل من ذہب الخ
لدۃ اجمیر اولی قبر سالاس
سعود او ما ضاھا لاجبل
حاجۃ یطلبھا فانہ اثم اثما کبر
من القتل والزنا الیس مثلہ
الامثل من کان یعبد المصنوعات
او مثل من کان یدعو اللات و
العزری۔ (تفسیحات الہیہ مطبوعہ
حیدرآباد سندھ، تعہدیم ۲۲، ص ۲۹، ج ۲)

ہر وہ شخص جو کسی حاجت کے لیے شہر
اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کو (بہرچ)
جائے یا ان سے مشابہ کسی دوسری
جگہ جائے اس نے گناہ کیا جو قتل کرنے
اور زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے، کیا وہ
اس شخص کی طرح نہیں ہے جو بنانی ہوئی
چیزوں کی عبادت کرتا ہے یا جو کہلات
عزری کو پکارتا ہے۔

عاجز کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عبارت میں اس باطل کا ملانے والا
شرعیہ مطہرہ کے اصول و قواعد سے بے بہرہ ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں کہ کسی
فعل کے ثواب کو یا گناہ کو فرض قطعی کے ثواب سے یا حرام قطعی کے گناہ سے
زیادہ اور بڑا قرار دینا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے
کوئی دوسرا اس کا بیان نہیں کر سکتا۔ اس شخص کو یہ نہیں معلوم کہ قتل کرنے

اور زنا کرنے کے گناہ کا متکر کا فر ہے اور اجمیر شریف اور بہرائچ شریف کسی حاجت کے لیے جانے والا اگر کہتا ہے کہ اس میں گناہ نہیں ہے تو وہ کافر نہیں ہے۔
 علامہ سید سمہودی رحمہ اللہ نے کتاب "وفاء الوفا باخبار دار المعصطفیٰ"

صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۰۴ میں لکھا ہے: مروان نے ایک شخص کو قبر نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والتحیۃ پر اپنے رخساروں کو رکھے دیکھا۔ مروان نے اس کی گردن پکڑ کر کہا: یہ کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا: میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا ہوں، میں نے آپ سے سنا ہے دین پر اس وقت گریہ نہ کرو جب دین کی زمام دینداروں کے ہاتھ میں ہو بلکہ اُس وقت گریہ کرو جب دین کی زمام غیر دینداروں کے ہاتھ میں آجائے۔

اس مبارک حدیث کے سنانے والے اور قبر مطہر پر اپنا رخسار رکھنے والے صحابی جلیل القدر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے جن کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا۔

اسے یہ روایت حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں لکھی ہے:

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا عبد الملك بن عمرو وحدثنا
 كثير بن يزيد عن داود بن أبي صالح قال أقبل مروان يوماً فوجد
 رجلاً واضعاً وجهه على القبر فقال أتدري ما تصنع فأقبل عليه
 فاذا هو أبو أيوب فقال نعم جئت من رسول الله صلى الله عليه وسلم
 ولم أت الحجر سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تبكوا
 على الدين إذا وليه أهله ولكن أبكوا عليه إذا وليه غير أهله۔
 (مسند امام احمد بن حنبل ج ۵، ص ۲۲۲) تقي نور

مولانا سید محمد فاروق نے تقدیم کے صفحہ ۱۲ میں کیا خوب لکھا ہے جزاہ اللہ خیراً۔
 ہماری ملی تاریخ میں کسی چیز پر امت کا مسلسل کاربند ہونا بجائے خود ایک شرعی نیل
 اور حجت ہے آخر کیا وجہ ہے کہ اگرچہ دھری غلام احمد پرویز اس تعامل کا انکار
 کریں تو وہ مجرم گردن زدنی ٹھہریں لیکن ہم میں سے بعض محققین توحید کے نام پوری
 ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھریں تو وہ اسلامی خدمت قرار پائے شاہ ولی اللہ نے
 فیوض الحرمین، القول الجمیل، الدر الثمین اور انفاس العارفين میں بزرگان دین
 کے واقعات، کرامات، اشغال و اوراد، چلوں، روحانی امداد اور اس قبیل کی
 جو سیکڑوں حکایتیں، مثالیں اور اپنے معمولات ذکر کیے ہیں، وہ اسی تاریخی تسلسل
 کی ایک کڑی ہیں، پھر جگہ جگہ شاہ صاحب نے "کاتب الحروف می گوید" کے
 الفاظ کے ساتھ انھیں اپنی طرف سے سندِ تحسین بھی دی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے
 کہ یہاں ڈاکٹر ظہور الدین احمد کا وہ جملہ نقل کر دوں جو انھوں نے انفاس العارفين
 پڑھ کر لکھا ہے،

جو لوگ اولیاء اللہ کی روحانی قوتوں کے منکر ہیں ان کے لیے اس تذکرے
 (انفاس العارفين) کے بیانات ایسے شواہد پیش کرتے ہیں جن سے انکار
 شاہ ولی اللہ جیسے برگزیدہ عالم اور مومن کی گواہی سے انکار کے مترادف ہے۔
 یہ عاجز کہتا ہے مولانا سید محمد فاروق نے لکھا ہے: "توحید کے نام سے
 پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھریں"۔ کاش! مولانا فاروق چاروں صد سالہ
 تاریخ لکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منبر نبوی علی صاحبہ الصلاة
 والسلام پر قیام فرمانے کی جگہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں کھڑے ہوئے
 بلکہ ایک درجہ نیچے کھڑے ہوئے انھوں نے مسنون مقام چھوڑا۔ اور القدس
 کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب اجار یہودی عالم سے جو کہ آپ کے

ہاتھ پر ایمان لے آئے تھے، فرمایا:

هَلْ لَكَ أَنْ تَسِيرَ مَعِيَ إِلَى الْمَدِينَةِ
وَتَزُورَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَالِهُ وَسَلَّمَ۔

کیا تمہاری خواہش ہے کہ میرے ساتھ
مدینہ چلو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی قبر کی زیارت کرو۔

چنانچہ کعب اجبار فلسطین سے سفر کر کے آپ کی قبر مطہر کی زیارت کے

واسطے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کا نام تک نہ لیا۔ حضرت بلال
رضی اللہ عنہ کو خواب میں آپ کی زیارت ہوتی اور وہ ملک شام سے دیوانہ وار آپ
کی زیارت کے واسطے روضہ مطہر پر آئے، اور اب مدعیان سنت کے نزدیک آپ
کی زیارت کے واسطے جانے والا مشرک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کا معمول تھا کہ آثار نبویہ سے مواظبت کے ساتھ برکت حاصل کیا کرتے تھے۔

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں جن جن مقامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قیام کیا تھا یا نماز پڑھی تھی وہ بھی ان مبارک مقامات میں قیام کرتے تھے اور نماز
پڑھتے تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت سالم کا بھی یہی معمول رہا۔ ابن حجر
نے فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ میں حضرت سالم کے عمل کو بیان کر کے حضرت عبان
رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے
کہ آپ وہاں کسی جگہ نماز پڑھ لیں اور وہ اسی جگہ کو اپنا مصلى بنالیں۔ چنانچہ
آپ نے وہاں نماز پڑھی اور حضرت عبان نے اس مبارک جگہ کو اپنا مصلى بنایا۔

یہ واقعہ بیان کر کے ابن حجر نے لکھا ہے:

هُوَ حَجَّةٌ فِي التَّبَرُّكِ بِأَشْرَافِ

الصَّالِحِينَ۔

یعنی یہ واقعہ اللہ کے نیک بندوں

کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے

حجت ہے۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحبِ نظر اں خواہد بود

افسوس صد افسوس اب اُس شخص کو مشرک کہا جاتا ہے جو آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحبزادوں کی تالیفات میں تحریف کا سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے رائج ہے اور اب تیس چالیس سال سے "اصحابِ توحید" منظم طریقہ سے "اصلاح" کے نام پر اس مذموم فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں، عاجز کے پاس حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن مجید طبع کردہ حکیم غلام نجف، مطبع سلطانی میں ۱۲۶۳ھ کا موجود ہے۔ یہ مبارک نسخہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے استعمال میں رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے عاجز نے تاج کمپنی لاہور کا ۱۳۷۳ھ کا چھپا ہوا نسخہ لیا اتفاقاً طور پر اس میں دو تحریفات کا پتا چلا ہے اور یہ دونوں تحریفات فوائد میں کی گئی ہیں عاجز ان کو لکھتا ہے:

(۱) سورہ بقرہ کی آیت ۱۸ کے آخر میں ف لکھ کر حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے:

"اللہ نے نبی سے دینِ اسلام روشن کیا اور خلق نے اس میں راہ پائی اور منافق اُس وقت اندھے ہو گئے۔"

تحریف کرنے والے نے "اللہ نے نبی سے دینِ اسلام روشن کیا" کو "اللہ کے نبی نے دینِ اسلام کو روشن کیا" کر دیا، اس کو خبر نہیں کہ اللہ نے سورہ مائدہ کی آیت ۵۱ میں فرمایا ہے:

مَدَّجَاءُكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورًا وَكِتَابًا مُبِينًا

تحقیق تم پاس آتی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی۔

یہ نور اور روشنی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مبارک آیت ہے

اسی مبارک نور اور روشنی میں ہم کو کتاب پڑھنی اور سمجھنی ہے۔
 (۲) سورہ طارق کی آیت ۸ کے ترجمہ میں یہ فائدہ تحریر فرمایا ہے:
 "اللہ دنیا میں پھیر لاوے گا مرنے کے بعد۔"

محرف نے لفظ "دنیا میں" نکال دیا ہے اور لکھا ہے،
 "اللہ پھیر لاوے گا مرنے کے بعد۔"

عاجز سے ایک صاحب نے کہا کہ یہ تبدیلی آواگون کے ثابت نہ ہونے
 کے لیے کی گئی ہے۔ افسوس ہے اس مُصلح نے "پھیر لاوے گا" پر غور نہ کیا
 جہاں سے لے جانا ہوتا ہے لانا بھی وہاں ہی ہوتا ہے۔ اگر یہی بات ہے
 تو اس شخص کو چاہئے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۹ اَوْ كَاتِبِي مَرَّعَلٰى
قَرْيَةٍ كُوْحَدَف كُرْدِي كِيُونَكِه اس میں حضرت عزیر کا پورے ایک سو سال بعد
 اسی مقام پر پھر زندہ ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جہاں ان کی وفات
 ہوتی تھی۔

حضرت شاہ رفیع الدین کے نواسے مولانا ظہیر الدین سید احمد نے

سو سال پہلے لکھا ہے :

"آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب
 کر دیا ہے اور درحقیقت وہ تصانیف اس میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں
 نے جو ان تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ
 جڑا اور موقع پایا تو عبارت کو تغیر و تبدیل کر دیا۔"

مجلد "الرحیم" کے مدیر نے ماہ فروری ۱۹۶۸ء کے پرچہ میں

لکھا ہے :

"شاد ولی اللہ صاحب کی خاص باتیں جو انہوں نے مقبول عام

وں کے ضمن میں لکھی ہیں اگر آج بھی ان کو الگ کر کے پیش کیا جائے تو اکثر اسخ
 قیہ بزرگ ان سے بھڑک اُٹھتے ہیں اور گو وہ شاہ صاحب کی عظمت اور
 رگی کی وجہ سے چُپ رہتے ہیں لیکن اُن پر کُڑھتے ہیں مولانا سید سلیمان ندوی
 م نے مولانا مسعود عالم مرحوم کو ایک خط میں لکھا تھا کہ شاہ ولی اللہ کا
 لاء بڑی احتیاط سے کرنا چاہئے کیونکہ کہیں کہیں وہ کفر کی حدود تک
 جاتے ہیں۔ (رسالہ الرحیم ص ۶۲۷ فروری ۱۹۶۸ء)

مولانا سید سلیمان کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے
 نفاس العارفین“ اور ”القول الجلی فی آثار الولی“ کا مطالعہ کیا ہے کیونکہ
 دونوں کتابوں میں ”اصحاب توحید“ اور علم ظاہر کے اکثر علماء کرام کی سمجھ سے
 تری باتیں ہیں۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے حضرات صوفیہ اعلام قدس اللہ
 رارہم العلیہ کی اصطلاحات اور اُن کے انداز بیان میں بہت کچھ لکھا ہے حضرت
 شاہ ولی اللہ کا پایہ اگر علم ظاہر میں بلند سے بلند تھا علم باطن میں بھی اولیاء برگزیدہ
 سے ایک فرد اکمل تھے۔ آپ جس وقت علم باطن کے اسرار و رموز بیان
 راتے ہیں کامں الوصال کی سرشاری ظاہر و باہر ہوتی ہے۔ مولانا برکاتی
 نے اپنی کتاب کے صفحہ ۸۶ میں حضرت شاہ عبدالعزیز کا ارشاد نقل کیا ہے: بعد
 رقبہ ہر چہ بہ کشف سے رسیدی نگاشتند“ یعنی آپ پہلے مراقبہ کرتے تھے
 کچھ آپ کے پاک سینہ پر اس وقت منقش ہوتا تھا آپ اس کو قلم بند کرتے تھے
 شرارانِ جامِ الست کی یہی کیفیت ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

سید صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تعبیرات
 ہی نازک ہیں کہ کفر و اسلام کے، مبارک پُر سر اذکار کا فرق دیتے ہیں۔ (الرحیم، جنوری ۱۹۶۲ء)
 آئی انور

شیخ احمد فاروقی کے بیان کردہ اسرار و معارف پر بعض ظاہر بینوں نے اعتراض تو آپ نے اپنے پیر بھائی خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا:

ایں فقیر کہ ایں ہمہ دفاتر در بیان علوم
 و اسرار ایں طائفہ علیہ نوشتہ است
 بے مزج سکر، عا شا و کلا کہ اں حرام
 و منکر است و کز اف و سخن باقی است
 سخن با فان کہ بد صحو خالص متصف
 اند بسیار اند، چہ ایں قسم سخنان باقند
 و دلہائے مردم را از جانہ بردند
 فریاد حاقظ ایں ہمہ آخر بہ ہرزہ نیست
 ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست
 (دفترسوم مکتوب ۱۲۱)

یعنی اس طائفہ عالیہ کے علوم و اسرار
 کے بیان کرنے میں فقیر نے جو یہ تمام
 دفاتر لکھے ہیں کیا یہ سب سکر و شراب
 کی آمیزش کے بغیر لکھے گئے ہیں
 نہیں ہرگز نہیں، ایسا کرنا منکر اور حرام
 اور سخن سازی ہے۔ وہ سخن ساز
 اس سکر و شراب سے خالی ہیں
 کیوں اس قسم کی باتیں نہیں بنائے
 اور کیوں نہیں لوگوں کے دلوں کو
 اپنی جگہ سے ہلا سکے۔

(ترجمہ) حاقظ کی یہ ساری فریاد آخر
 بیکار اور لغو نہیں ہے قصہ بھی انوکھا
 ہے اور بات بھی نرالی ہے۔

جو افراد ان علوم و اسرار سے بے بہرہ ہیں اور اس چاشنی سے نا آشنا
 ہیں وہ یقیناً حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی عبارتوں میں تحریفیات کریں گے
 اور ان پر کفر و زندقہ کا فتویٰ جریں گے جیسا کہ حضرت مجدد پر جڑ چکے ہیں۔
 مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے مولانا مسعود عالم کو جو نصیحت کی ہے
 یہ اُس وقت کی نہیں ہے جبکہ وہ خود اس شاہراہ پر آگے تھے اور فنا فی اللہ
 کی وادی میں گھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

پاکر تجھے اپنے کو میں کیا بھول گیا ہوں

ہر سود و زبانِ دوسرا بھول گیا ہوں
(از سید سلیمان ندوی)

جس دن سے مرے دل میں تری یاد بسی ہے

ہر ایک کو میں تیرے سوا بھول گیا ہوں

منظور تری چشمِ رضا جب سے ہوئی ہے

امیدِ جزا خوفِ سزا بھول گیا ہوں

آتا ہے خدا بھی تیرے صدقہ میں مجھے یاد

گویا کہ بہ ظاہر میں خدا بھولی گیا ہوں

سجدہ طرفِ کعبہ ہے دل تیری طرف ہے

اب قبلہ بھی اے قبلہ نما بھول گیا ہوں

(سلیمان نمبر معارف اعظم گڑھ مئی ۵۵ ۶۱۹ ص ۳۲۳)

یہ مولانا سید سلیمان تھے جو اپنی آزادی کے دوران میں سرسند شریف

آستانہ عالیہ مجددیہ پر اپنے دوستوں کے ساتھ گئے اور حضرت کے مزار پر انوار

پر فائز نہیں پڑھی اور مسجد شریف کی دیوار پر بیٹھ گئے اور حضرت مجدد آپ پر ظاہر

ہوئے الخ اور یہی مولانا سید سلیمان حضرت شاہ ولی اللہ کو مولانا اسماعیل کا حقیقی

معلم سمجھتے تھے۔ فَسُبْحَانَ الَّذِي يُفَيِّرُ وَلَا يَتَغَيَّرُ وَسُبْحَانَ مَنْ

لَا يَقْبَلُ الزَّوَالَ۔

یہ عاجز ملفوظ نما میں شاہ ولی اللہ کا بیان لکھ رہا ہے کہ شاہ ولی اللہ

کی عمر اپنے حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت تقریباً سترہ سال کی تھی آپ نے

لے دنیا و عقبی

لے علامہ حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اس غزل میں اپنے پیر و مرشد کو

مخاطب کر کے اپنا حال عرض کیا ہے۔ حضرت سید صاحب اپنے عہد کے علما میں جو اعلیٰ

مرتبہ رکھتے تھے وہ اظہر من الشمس ہے۔ سید صاحب کے اس وجدان اور مرشد سے

عشق (پیر پرستی) پر معلوم نہیں علماء بر اصحاب توحید "شرکِ حلی" کا فتویٰ صادر کریں یا شرکِ خفی کا۔

(دقیق انور)

ایک دن اپنے فرزند شاہ عبد العزیز سے فرمایا :

میں (شاہ ولی اللہ) اپنے والد ماجد

ما بر مزار شریف متوجہ بروحانیت

کے مزار شریف پر ان کی روحانیت

ایشان نے ششستیم پس راہ حقیقت

کی طرف متوجہ ہو کر اکثر اوقات

بر ما کسادہ شد۔

بیٹھا کرتا تھا پھر حقیقت کی راہ مجھ پر کھلی

حضرت والد ماجد کی روحانیت سے آپ پر راہ حقیقت کھلی اور ۱۱۴۳ھ

کو اپنے ماموں اور خسر کے صاحبزادے جو آپ سے چار سال چوبیس دن بڑے تھے

اور آپ کے بہن و مولس اور آپ کے خلیفہ بااختصاص اور آپ کے تالیفات کے

نگراں جناب شیخ محمد عاشق پھلتی جن کی ولادت ۱۱۱۰ھ میں ہوئی اور

”محمد غازی“ آپ کا تاریخی نام ہے اور دیگر رفقاء کے ساتھ حج اور زیارت روضہ

مقدسہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر آپ (شاہ ولی اللہ) نے فرمایا :

۱ فراغت یافتہ از حج و عمرہ

۲ چو دیدم رُئے زیبائے تو جانان

۳ بیاساقی بدہ جام شرابے

چو احرام سر کُئے تو بستم

ز تشویش و جوہ خویش رستم

کہ مخمور صبوچی اَلستم

(ترجمہ: ۱) میں حج و عمرہ سے فارغ ہو گیا جب آپ کی گلی کا احرام

میں نے باندھا۔

(۲) اے جانان! جب آپ کا زیبا چہرہ میں نے دیکھ لیا اپنے وجود کی

تشویش سے میں نے چھٹکارا پالیا۔

(۳) آؤ ساقی! مجھ کو اس شراب کا جام دو کیونکہ میں تو اَلستم بِرِیتِکُم

کی صبوچی کا مخمور ہوں۔)

اور پھر آپ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا : سہ

۱ اِذَا مَا اَنْتَنِي اَنْرَمَةً مُدْلِهَمَةً
 ۲ تَحِيْطُ بِنَفْسِيْ مِنْ جَمِيْعِ الْجَوَانِبِ
 ۳ اَلُوْذِيْهِ مِنْ خَوْفِ سُوْرِ الْعَوَاقِبِ
 ۴ رَسُوْلَ اِلٰهِ الْخَلْقِ جَمْعِ الْمَنَاقِبِ
 ۵ وَمُعْتَصِمَ الْمَكْرُوْبِ فِيْ كُلِّ غَمْرَةٍ
 ۶ وَصَمَّامَ تَدْمِيْدٍ عَلٰى كُلِّ نَاكِبٍ

(ترجمہ ۱) جب اس تاریک مصیبت نے جس نے تمام جانبوں سے میرے نفس کو گھیر رکھا تھا مجھے بے چین کیا۔

(۲) میں نے تلاش کیا، کیا کوئی معین و مددگار ہے کہ انجاموں کی برائی کے خوف سے اس کی میں پناہ پکڑوں۔

(۳) تو میں نے نہ دیکھا بجز حضرت محمد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخلوق کے معبود کے رسول اور گھنی تعریفوں والے ہیں۔

(۴) اور ہر مصیبت میں آفت رسیدہ کو بچانے والے اور ہر توبہ کرنے والے کے لیے مغفرت کی چراگاہ ہیں۔

(۵) اور ہدایت کے طلبگار کے لیے وہ ہم میں اللہ کے نور اور ہر منہ موڑنے والے کے لیے اللہ کی تلوار ہیں)

سنات مہینے آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے علماء کرام
 سے حدیث شریف کی تکمیل کی اور اپنے استاد گرامی ابوطاہر جمال الدین محمد بن
 برہان الدین ابراہیم المدنی الکندی الکورانی الشافعی کی فرمائش پر حضرت امام بانی
 مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کی تالیف ”ردّ رواض“

لہ قصیدہ الطیب النغم مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

عربی میں منقول کی اور اس کا نام "المُقدِّمَةُ السُّنِّيَّةُ فِي الْإِئْتِصَابِ لِلْفِرْقَةِ
السُّنِّيَّةِ" رکھا۔ اس رسالہ میں آپ نے جو مدح و ستائش حضرت مجدد کی ہے
لائقِ مطالعہ ہے اور آپ نے جہاں بھی کچھ فوائد کا اضافہ کیا ہے یا کسی مسئلہ میں
اپنی رائے کا اظہار کیا ہے "قال العبد الضعیف عفی اللہ عنہ" لکھ کر کیا ہے
ترجمہ کرنے میں آپ نے کسی قسم کا ناجائز تصرف نہیں کیا ہے۔ اس مبارک رسالہ
کا نسخہ جب عاجز کو دستیاب ہوا، بر خوردار سر اسزبیک اطوار، ڈاکٹر ابو الفضل
محمد فاروقی رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ نے جمعہ ۱۰ ماہ مبارک ایلا د ۲۰۲۱ء ۱۶ دسمبر
۱۹۸۳ء کو حضرت شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی ۶ سے اس کو شائع کیا جزاۃ
اللہ خیر الجزاء وجعل الجنة مشواۃ۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں روضۃ مبارکہ و مقدسہ سے اور بقیع
غرقہ میں قبۃ اہل بیت اطہار سے آپ نے خوب فوائد حاصل کیے۔ حضرات ائمہ
اہل بیت سے آپ کو نیا طریقہ ملا ہے۔ آپ نے اس کا ذکر "فیوض الحرمین"
میں کیا ہے۔

۶ یا ۷ شعبان کو آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے شیخ محمد عاشق
نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے خاص اونٹ پر مجھ کو
جگہ دی۔

واضح رہے کہ حجاز مقدس میں اونٹ کے دونوں طرف تقریباً چار چار
فٹ لمبے کھٹولے ہوا کرتے تھے اور ہر کھٹولا میں ایک شخص ہوا کرتا تھا۔ ان
کھٹولوں کو شغوف کہا کرتے تھے۔

اور لکھا ہے ۱۱ شعبان ۱۱۴۴ھ کی رات کو منسزلِ رابع میں حضرت
نے فرمایا: "اگر کوئی میرے بیان کئے ہوئے معارف اور حقائق کو اس طرح

لکھ لے کہ لوگ سمجھ سکیں وہ فوائد و اسرار کا مشاہدہ کرے گا۔
 آپ نے لکھا ہے یہ سن کر میں نے اسی وقت کچھ لکھا اور پھر باقاعدہ ۱۵ شعبان
 کو مکہ مکرمہ میں اس کام کو شروع کیا اور اس کا نام "القول الجلی فی ذکر
 اثام الولی" رکھا۔

اسی نوے سال پہلے تک اس کتاب کے چند نسخوں کا پتا چلتا ہے مولانا
 رحمان علی مؤلف کتاب "تذکرہ علمائے ہند" اور سید صدیق حسن خاں کے پاس
 یہ کتاب تھی لیکن اب اس کتاب کا کامل نسخہ تکیہ کاظمیہ قلندریہ کا کوری کے علاوہ
 غالباً دوسری جگہ نہیں ہے۔ خدابخش لاٹیری میں ناقص نسخہ ہے۔ اس کتاب
 کی تین قسمیں یعنی تین فصلیں ہیں۔ پہلی قسم باقی دونوں قسموں سے بڑی ہے
 اور یہی حصہ خدابخش لاٹیری میں نہیں ہے۔

"تکیہ کاظمیہ قلندریہ کا کوری کے سجادہ نشین محترم گرامی جناب مولانا مولوی
 محمد مصطفیٰ حمید قلندریہ ان کے برادر خورد محترم گرامی جناب مولانا مولوی حافظ محمد مجتبیٰ
 حمید قلندریہ، تکیہ ان صاحبان کے دم سے آباد ہے تین سال ہوئے ہیں کہ
 عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ جناب برادر خورد کے بڑے
 صاحبزادے مولانا مولوی حافظ تقی انور علوی حفظہ اللہ وقفہ لما یکبہ و یرضاه
 کتاب القول الجلی کا باعہ اور بہت عمدہ ترجمہ اردو میں "سعی السعی فی
 ترجمۃ القول الجلی" کے نام سے کیا ہے۔ عاجز نے چند جگہ سے ترجمہ کو اصل
 سے ملا کر دیکھا اور بہت دل خوش ہوا کہ جناب مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے مترجم سلمہ
 نے اس کے مفہوم کو صحیح پر اتے میں بیان کیا ہے نیز جا بجا بہترین صوفیانہ شرح
 حواشی میں کی ہے۔ اس کتاب سے حضرت شاہ ولی اللہ کے صحیح حالات منظر عام
 پر آجائیں گے۔ آپ اگر علم ظاہر میں یگانہ دہر تھے تو علم باطن میں بھی اللہ تعالیٰ

کے فضل و کرم سے صاحبِ طریقِ نوحی تھے۔ آپ کا کشف بے مثال تھا اور آپ کے انکشافات کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ عاجز نے جناب مولانا محمد مجتبیٰ احسیدر سے شاہ ولی اللہ کے چودہ ملفوظات لیے ہیں جو القول الجلی میں تحریر میں تاکہ حضرت اقدس سرہ کے صحیح حالات کا سب کو علم ہو اور حقیقت امر واضح ہو کہ آپ اہل سنت و جماعت کے مقتدا تھے، وہابیہ اور اصحابِ توحید کے عقائد سے آپ کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اب ناظرین کرام حضرت کے ملفوظات اور انکشافات ملاحظہ فرمائیں۔ شاہ ولی اللہ کو گروہ اسمعیلیہ، وہابیہ، غیر مقلد اور اہل حدیث نے تحریفیات و تزویرات کر کے اپنے رنگ میں عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔

القول الجلی فی ذکر آثار الولی کے چند مکشوف اور ملفوظ

۱

روزے عرس حضرت بزرگ بود قدس سرہ حضرت ایساں بہ مزار پر اسرار
نشستہ بودند کہ ناگاہ حق سبحانہ بحضرت ایساں الہام فرمود کہ ایس تفسیر را
بہ مردم برسائید۔ وہو ہذا

ایس فقیر نسبت شتی دارد، بہ یک لسان ولی اللہ بن عبد الرحیم است
و بہ دیگرے انسان است، و بہ دیگر حیوان و بہ دیگر نامی و بہ دیگر جسم و بہ دیگر جوہر
و بہ لسانِ آخر ہست است و بہ اعتبار اں لسان ہم حرم ہم شجر ہم فرس ہم فیل

لے اس واقعہ سے واضح ہے کہ آپ اپنے والد ماجد حضرت بزرگ شاہ عبد الرحیم صاحب کا
عرس کرنے کے پابند تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز حضرت اقدس کا عرس کیا کرتے تھے بلکہ
کتاب ہذا میں آپ کے سویم اور اس میں فاتحہ خوانی کا ذکر بالتفصیل ہے۔

وہم بعیر و ہم غنم، تعلیم اسماء مر آدم رامن بودم، و آنچه نوح طوفان شد و سبب نصرت اوشدن بودم، آنچه برابر ابرہیم گلزار گشت من بودم، تورات موسی من بودم، احیاء عیسی میت رامن بودم، قرآن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم من بودم والحمد للہ رب العالمین۔

پس بر حضرت ایساں این کلام گراں آمد کہ عادت شریف اخفائے امثال این امور بود اما معلوم فرمودند کہ عدم اظہار این معنی موجب نوع از چیزے خواهد بود مضطر شدہ آن را بیان فرمودند و در ان حال آثار شدت و کلفت در روضے مبارک حضرت ایساں مشاہدہ مے افتاد، چنانچہ در بعض اوقات در حال وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدتے طازی می شد **بِسْمِ رَبِّهِمْ** اسر اس اللہ تعالیٰ ہم چہیں کمل ورثہ بعضے احیان ازاں معنی خالی نہ می باشند۔ (اصل ص ۶۳۶) ترجمہ اردو صفحہ ۵۴۔

”یعنی ایک مرتبہ حضرت بزرگ کے عرس شریف کے موقع پر آپ مزار شریف کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کو الہام ہوا کہ لوگوں تک یہ بات پہنچا دو کہ یہ فقیر چند نسبتیں رکھتا ہے، ایک نسبت سے ولی اللہ فرزند عبد الرحیم ہے اور ایک سے انسان ہے اور ایک سے حیوان اور ایک سے نامی اور ایک سے جسم اور ایک سے جوہر اور ایک اعتبار سے وہ موجود ہے اور اس اعتبار سے پتھر بھی ہوں، درخت بھی ہوں، گھوڑا بھی، ہاتھی بھی، اونٹ بھی، بھیر بھی ” آدم کو اسماء کی تعلیم میں تھا، نوح کا طوفان جو اٹھا اور ان کی کامیابی کا سبب ہوا وہ میں تھا، ابرہیم پر جو گلزار ہوا وہ میں تھا، موسیٰ کی تورات میں تھا، عیسیٰ کا مردے کو زندہ کرنا میں تھا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن میں تھا، سبب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔“

ایسے امور کے متعلق آپ کی عادت چھپانے کی تھی، لیکن آپ کو محسوس ہوا کہ ان چیزوں کا ظاہر نہ کرنا کسی خاص بات کا سبب بن جائے گا لہذا مجبور ہو کر آپ نے بیان فرمایا اور یہ ادبیا کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے آپ کی امت کے اصحاب کمال بھی اس حالت سے خالی نہیں ہیں جیسا کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کے وقت شدت طاری ہوتی تھی جس وقت آپ نے اس الہام کا بیان فرمایا اس وقت شدت اور کلفت کے آثار آپ کے چہرے پر نظر آرہے تھے۔

تشریح : یہ عاجز کہتا ہے اربابِ طریقت کے لیے اس مبارک کشف میں کوئی غرابت نہیں ہے۔ اصحابِ قلوب جب مراقبہ کرتے ہیں اور صفاتِ تکوینیہ کی تجلیات سے سرشار ہوتے ہیں ان پر وحدت وجود کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دفتر اول کے مکتوب ۲۹۱ میں لکھا ہے :

”ایسی توحید والے اربابِ قلوب اگر اسی مقام سے عالم کو مراجعت کریں گے تو عالم کے ہر ذرہ میں اپنے محبوب کو دیکھیں گے۔“
یعنی مراقبہ میں لطائف کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ مراقبہ صفات ہو یا ذات، عروج کے وقت سالک اس میں فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے، اور جب لطائف کا نزول ہو چکتا ہے تو اس پر صحو طاری ہو جاتا ہے البتہ خار اور سرور کی کیفیت اس پر ظاہر ہوتی ہے اور اگر سالک کے لطیفہ کو عروج ہوا اور وہ اس حالت میں مراجعت کر لے تو دنیا کے ہر ذرہ میں اس کو وہی کیفیت نظر آئے گی جو مراقبہ میں پیش آتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ سے وابستہ تھے۔

۱۱۴۴ھ میں کامل سات مہینے مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ علم ظاہر میں وہاں کے گرامی قدر علما سے استفادہ کیا اور علم باطن میں روضہ مبارکہ و مقدسہ کی خاکِ رُوبی کی اور حضرات اہلبیت اطہار کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی اور وہاں مراقبات کرنے سے درجاتِ کمال پر فائز ہوئے۔ آپ نے الدر الثمین میں حضرات حسنین کی عنایتوں کا ذکر فرمایا ہے اور لکھا ہے :

فَمِنْ يَوْمَيْهِ انْشَرَحَ صَدْرِي
لِلتَّصْنِيفِ فِي الْعُلُومِ الشَّرْعِيَّةِ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
اس دن سے میرا سینہ کھل گیا
علومِ شرعیہ کے تصنیف کرنے میں
والحمد لله

اور آپ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ جب میں نے اہل بیت اطہار کے قبور کی زیارت کی مجھ پر ایک خاص طریقہ کا اظہار ہوا جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا طریقہ ہے۔

اہل تمکین اور اصحابِ صحو و آگاہی ایسے امور کا اظہار نہیں کرتے ہیں اور آپ کو حکم ملا کہ اس کا اظہار کریں۔ ہو سکتا ہے اس میں یہ حکمت ہو کہ خلائق کو معلوم ہو جائے کہ اصحابِ قلوب پر ایسے واقعات ظاہر ہوا کرتے ہیں لہذا اپنی نادانی کی بنا پر اس کا رد و انکار نہ کیا جائے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مبارک ارشاد کو جناب سعدی شیرازی نے دو شعروں میں بیان کیا ہے فرمایا ہے :

مرا پیر دانائے روشن شہاب
یکے آن کہ بر غمیدہ بدیں مباحش
دو اندرز فرمود بر رشتے آب
دوم آن کہ بر خویش خود ہیں مباحش

۲

حضرت ایساں فرمودند کہ دوازدهم ربیع الاول بحسب دستورِ قدیم

قرآن خواندم و چیرے نیاز آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسمت کردم و زیارت
موسے شریف نمودم، در اثنائے تلاوت ملاء اعلیٰ حاضر شدند روح پُر فوج
آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ جانب این فقیر و دوستداران این فقیر
بہ غایت التفات فرمود و در آن ساعت کہ ملاء اعلیٰ و جماعتِ مسلمین کہ با فقیر
بود بہ ناز و نیایش صعود می کنند و برکات و نفعات ازاں حال نزول می فرماید۔
(ص ۷۳) ترجمہ ص ۹۸۔

یعنی حضرت نے فرمایا: قیم طریقہ کے موافق ۱۲ ربیع الاول کو میں نے
قرآن مجید کی تلاوت کی اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ نیاز تقسیم کی اور
آپ کے بال مبارک کی زیارت کرائی۔ تلاوت کلام پاک کے دوران میں ملاء اعلیٰ کا
ورود ہوا (فرشتے نازل ہوئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فوج
نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف بہت التفات فرمائی۔
اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی ٹولی) اور ان کے ساتھ
مسلمانوں کی جماعت نیاز مندی اور عاجزی کی بنا پر بلند (عروج کر رہی ہے)
ہو رہی ہے (اوپر اٹھ رہی ہے) اور اس کیفیت کی برکتیں اور اس کی لپٹیں
نازل ہو رہی ہیں۔

تشریح: اس ملفوظ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ خاص
۱۲ ربیع الاول کو شاہ ولی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ اور
نذر و نیاز دلوایا کرتے تھے اور یہ آپ کا پرانا طریقہ تھا اور نیک بخت حاضرین
کو موسے مبارک از بس مکرم و مقدس کی زیارت کراتے تھے اور شیرینی تقسیم
کرتے تھے۔ تاریخ کی تعیین کی وجہ سے (پناہ بخدا) کہ اہٹ تو درکنار، آپ کو
برکات اور انوار نظر آتے تھے، آپ حاضرین مجلس کے درجات بلند ہوتے ہوئے

دیکھتے تھے۔ ہذا سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرة انا ومن اتبعنی۔

آپ نے رسالہ الدر الثمین کے صفحہ ۸ حدیث ۲۲ میں اپنے والد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں ایام مولود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کا کھانا پکوا یا کرتا تھا ایک سال کچھ پکس نہ تھا کچھ بھنے چنے تھے ان کو میں نے تقسیم کیا، میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ شاد اور بشاش ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ اور آپ کے والد بزرگوار پابندی کے ساتھ میلاد مبارک کے دن خوشی کا کھانا اور شیرینی تقسیم کیا کرتے تھے اور یہی حضرت شاہ عبدالعزیز اور آپ کے شاگردوں کا طریقہ رہا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

۳

حضرت ایشاں فرمودند کہ در ایام عاشورا از جانب ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین مکرر اشارات معلوم شد کہ چیزے برائے فاتحہ ایشاں باید کرد، بنا بران روزے چیزے از علاوہ حاضر کردہ شد و قرآن ختم نمودہ فاتحہ خواندہ شد، پس سرور و ابتہاج در ارواح طیبہ ایشاں مشاہدہ افتاد و نیز ارشاد فرمودند کہ چون در ارواح طیبہ اہل بیت رضی اللہ عنہم بہ امعان نظر تامل واقع شد بہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امتیازے و مکتے و عطیے مشاہدہ افتاد کہ مثل ذلک در دیگران معلوم نہ شد و خیال واضح گشت کہ نسبتے کہ مخصوص اہل بیت است گویا از تلاحق افکار در ان حضرت تام و کامل

۱۔ حضرت اقدس کو جو فیوض و برکات اور محفل میلاد مبارک میں ملائکہ کے نزول کے مشاہدات ہوئے وہ بالتفصیل آپ نے اپنی تالیف فیوض الحرمین (مطبوعہ) میں تحریر فرماتے ہیں۔

گشتہ و بعد ازاں اتباع ہماں نسبت و تلون باقی ماند و پس در اولیاء اللہ
سطوتے و ابہتے کہ در غوث اعظم معلوم ہے کہ در دیگرے یافتہ نہ می شود۔
(ص ۷۹، ۸۰) ترجمہ ص ۱۰۵

یعنی حضرت نے فرمایا: عاشوراء کے ایام میں حضرات ائمہ اہل بیت
اطہار رضی اللہ عنہم کی طرف سے مکرر ارشاد ہوا کہ ان حضرات کی فاتحہ
کرائی جائے۔ چنانچہ ایک دن شیرینی منگوائی گئی اور قرآن مجید کا ختم کر کے فاتحہ
دلائی گئی اور حضرات ائمہ اطہار کی ارواح طیبہ میں خوشی اور مسرت کے آثار
ظاہر ہوئے۔ پھر حضرت نے ارشاد کیا جب حضرات ائمہ اہل بیت اطہار کی
ارواح طیبہ میں گہری نظر ڈالی گئی تو حضرت امام جعفر صادق کی مبارک روح میں
ایک خاص قسم کا امتیاز، تمکنت اور عظمت نظر آئی جو اور وہیں میں نہ دیکھی گئی اور
کھلے طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو مخصوص نسبت اہل بیت میں ہے وہ افکار
کے مل جانے کی وجہ سے اتمام اور اکمال کی شکل اختیار کر گئی ہے اور آپ کے
بعد یہ مبارک نسبت اسی کیفیت پر رہی اور پھر اس نسبت مبارک کی جو شوکت و
عظمت حضرت غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی میں نظر آتی ہے وہ کسی
دوسرے میں نظر نہیں آتی۔

تشریح: اس مبارک ملفوظ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضرات

لہ آپ کے صاحبزادہ و جانشین سراج اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث
تأجیات مجالس محرم کرنے کے پابند رہے جس میں صحیح و مستند روایات بیان فرماتے
تھے اور کثیر مجمع ہوتا تھا، تحریر فرماتے ہیں کہ ایک ہزار تک لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

(فتاویٰ عزیزی مطبوعہ)

ائمہ اہل بیت اطہار قدس اللہ سرارہم کے ایما اور خوشنودی کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ نے ایام عاشورا میں ان حضرات کی فاتحہ دلوائی۔

شاہ ولی اللہ نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نسبت مبارکہ کے متعلق بہت خوب کہا ہے۔ حضرات مشایخ کبار نے ایک اور وجہ تحریر فرمائی ہے کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ اُمّ فردہ دختر حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم تھیں۔ حضرت قاسم مدینہ منورہ کے فقہائے سیدہ میں سے ایک امام تھے، حضرت جعفر کچھ ان سے علمی اور روحانی فوائد حاصل ہوئے علامہ بدرالدین نے حضرات القدس میں آپ کا یہ قول لکھا ہے: وَكَانَ ابُو بَكْرٍ مَرَّتَيْنِ۔ میں ابوبکر سے دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں ایک جسمانی پیدائش ہے کہ وہ میرے نانا ہیں اور ایک روحانی پیدائش ہے کہ میں ان کے سلسلہ سے مستفید ہوا ہوں۔

حضرت ایشاں فرمودند کہ در عالم مثال دیکھے از فرزندان خود جا ہے و ثروتے تمام و عظمتے و نورانیتے عظیم مشاہدہ نمودم امید آن است کہ ایس معنی ظہور نماید و در بعضے از فرزندان علمے وسیع معلوم می شود و از بعضے دیگر بقائے نسل اور اک نمودہ می آید۔ (ص ۸۲) ترجمہ ص ۱۰۹

یعنی حضرت نے فرمایا: میں نے عالم مثال میں اپنے فرزندوں میں سے ایک میں عزت، دولت، بڑائی اور عظیم نورانیت دیکھی۔ امید ہے اس کا ظہور ہوگا اور بعض فرزندوں کا علم وسیع معلوم ہوا اور دوسرے بعض سے نسل کا باقی رہنا معلوم ہوا۔

تشریح: آپ کے فرزند شاہ عبدالعزیز کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت

علیت، نورانیت کی دولت سے نوازا۔ شاہ ولی اللہ نے کتابیں لکھیں اور شاہ عبدالعزیز نے چار اطراف میں ان کے علم کو پھیلایا، آپ سارے ہندوستان کے مُسَلَّم استاد ہوئے۔ شاہ عالم بادشاہ نے جاگیر عنایت کی دو مواضع آپ کے اور آپ کے تین بھائیوں کے اور ایک بلا شرکت غیرے آپ کا۔ بادشاہ آپ کے حلقہ و عطف میں آیا کرتے تھے۔ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر آپ کے دست و بازو تھے۔ جب تک یہ دونوں بھائی زندہ رہے آپ سکون سے رہے اللہ تعالیٰ ان حضرات پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے۔

۵

وقتے ظاہر شد کہ روح مبارک آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اہلبیت آن جناب متوجہ حال فقیر و جمیع اطراف فقیر است و نیز روشن شد کہ نور الہی در عالم اجسام بہر دو قسم ظہور سے نماید۔ ظہور تشریحی و تکوینی۔ ظہور تشریحی بر ضبط قواعد کلیہ شرعیہ است و ظہور تکوینی مبنی بر اقامت مصلحت کلیہ بغیر مراعات قواعد کلیہ، علی کہ متعلق بہ اول باشد علم ظاہر است، و علی کہ متعلق بہ ثانی است

ان تین مواضع جاگیر میں تھے جو شاہ عالم بادشاہ اور دولت راؤ سندھیا کے نذر کیے ہوئے تھے حسن پور اور مراد آباد پر گنہ سکندر آباد تو چاروں بھائیوں میں مشترک تھے اور ایک موضع محل جنہ (قریب پھلت) بلا شرکت صرف آپ (شاہ عبدالعزیز) کا تھا۔ آپ کی وفات کے وقت قریب ایک لاکھ روپیہ نقد اور دیگر بیش قیمت سامان آپ کی ملکیت تھا۔ چند ہزار روپے اپنے نو اسوں شاہ محمد اسحق، شاہ محمد یعقوب کو برائے سفر حج و عمرہ دئے اور چند ہزار روپے اپنی تجہیز و تکفین اور دیگر مابعد مراسم تعزیت (فاتحہ وغیرہ) کے لیے وراثت کو دئے۔

(تلخیص از مقالات طریقت مطبوعہ ص ۴۰)

علم باطن است، بالجملہ بہ حسب نور تکوینی و علم باطن ہیچ احد سے بعد آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہم قوی تر نیست گویا ملاء اعلیٰ کہ بنائے احکام عالم بر آنها است از اعظم الفرق اند بہ حسب نسبت او بدلیشاں متوجہ شدن تریاقے مجرب است۔ (ص ۸۷) ترجمہ ص ۱۱۴

یعنی ایک مرتبہ ظاہر ہوا کہ روح مبارک آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت مبارک آن جناب صلی اللہ علیہ وسلم اس فقیر کے حال پر اور اس کے تمام اطراف پر متوجہ ہے اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ عالم اجسام میں اللہ تعالیٰ کا نور دو طرح کا ظاہر ہوتا ہے ایک تشریحی ظہور اور دوسرا تکوینی ظہور۔ تشریحی ظہور کی اساس شریعت کے قواعد کلیہ کے ضبط اور استحکام پر ہے اور تکوینی ظہور کی اساس قواعد کلیہ کی مراعات کے بغیر، مصالح کلیہ کے قائم رکھنے پر ہے، وہ علم جس کا تعلق پہلے نور (تشریحی) سے ہے وہ علم ظاہر ہے اور وہ علم جس کا تعلق دوسرے نور تکوینی سے ہے وہ علم باطن ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نور تکوینی اور علم باطن کی رُو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اثنا عشری ائمہ سے زیادہ قوت والا کوئی نہیں ہے یہ حضرات گویا کہ ملاء اعلیٰ کا ایک بہت با عظمت فریق ہے جس پر اس عالم کا استحکام اور مضبوطی ہے۔ جو نسبت ان حضرات کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کی وجہ سے ان حضرات کی طرف متوجہ ہونا مجرب تریاق ہے یعنی اکسیر اعظم ہے۔

تشریح: اس میں کوئی کلام نہیں ہے جیسا کہ حضرت امام احمد کی

لہ نیست راہست نمودن و در وجود آوردن - نیست کوہست کرنا (عدم سے وجود میں لانا)

روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی محبت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں بیٹھا وہ طوفان سے بچا اور جو نہ بیٹھا وہ ہلاک ہوا۔ حضرات صحابہ کرام کا احترام برقرار رہے اور احادیث صحیحہ کی مشعل ہاتھ میں رہے وہ اللہ کے لطف و کرم سے قیامت کے لرزہ خیز واقعات اور دوزخ کے درکات سے (گہرائیوں سے) محفوظ رہے گا جیسا کہ امام رازی نے لکھا ہے اور ملا علی قاری نے مرقات میں نقل کیا ہے، عاجز نے خلاصہ پیش کیا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ مبارک جماعت جو نجات کی کشتی میں بیٹھی ہے اہل سنت و جماعت کی ٹولی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

۶

حضرت ایشاں فرمودند کہ شبِ عرس حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ در مقبرہ شان ہنگامہ و سرودے و یہ مردمان شوقے و وجدے بود۔ در مسجد خویش بعد عشرت شستہ بودم کہ یک پارہ نور آوردند و گفتند کہ آنچه در آں جا ذوق و شوق و کرامات توجہ روح مبارک شان بود، ہمہ مرکب شدہ ایں صورت گرفتہ کہ ارسال یافتہ و در ہماں اثنا نفس ناطقہ را سربان در تمام عالم ظاہر شد و واضح ساختند کہ آن نور تابع از آن منبع است اگرچہ از انجا مرسل ہم است۔

(ص ۱۰۰) ترجمہ ص ۱۲۹

یعنی حضرت نے فرمایا: حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ کے عرس کی رات کو ان کے مقبرہ میں لوگوں کی بھیر اور نغمہ سرائی کا ہنگامہ برپا تھا لوگ اپنے شوق اور وجد میں مصروف تھے، میں عشرت کے بعد اپنی مسجد شریف میں بیٹھا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا میرے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ وہاں پر ذوق و شوق اور روح مبارک کی کرامات کا جو کچھ ظہور ہوا ہے وہ سب مل کر اس صورت میں ہو گئے ہیں

جو آپ کو ارسال کیا گیا ہے، اسی دوران میں نفس ناطقہ کا اثر تمام عالم میں ظاہر ہوا اور یہ بات واضح کی گئی کہ وہ نور اسی منبع کا تابع ہے اگرچہ وہاں سے بھیجا بھی گیا ہے۔

تشریح: اس ملفوظ سے ثابت ہے کہ آپ کے محترم چچا کا (بھی) عرس ہوا کرتا تھا اور محفل سماع و سرود منعقد ہوا کرتی تھی اور لوگوں پر ذوق و شوق طاری ہوتا تھا اور آپ کے محترم چچا کی روح کی کرامات (اور برکات و انوار) کا ظہور ہوا کرتا تھا اور وہ محفل نورانی ہوا کرتی تھی۔ شاہ ولی اللہ کو اس احوال پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ آپ کو اس سے مشاہدات اور فیوضات روحانی حاصل ہوتے تھے۔

۷

اتفاق چنان افقاد کہ قبل ازاں، شب وقت خواجہ محمد امین و خواجہ ابوالخیر بہ طبع دوا برائے آنجناب مشغول شدند و دریں باب اہتمام تمام بہ کار بردند، وقت شب جناب حضرت ایساں ارشاد فرمودند کہ سابق ازیں مدتے دراز شد کہ یکبارگی درخانہ ما چیزے از طعام بہ دیر میسر آمدہ بود و میاں نور اللہ متصدی سرانجام بعضے اسباب آن شدہ بودند، بنا بر آن نماز مغرب پیش از جماعت

۱۔ حضرت اقدس نے اپنے والد ماجد کی چشم دید روایت حضرت مجدد الف ثانی کے پیر مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی کے عرس کا حال جس میں قوالی کا بھی بندوبست ہوتا تھا نیز حضرت اقدس نے اپنے استاد شیخ ابراہیم گردی مدنی کا شدت ذوق سماع اور اس کے فوائد انفاس العارفین صفحہ ۱۸۴ و ۱۸۵ میں لکھے ہیں۔

تقی انور

ادا کردہ آں راسرا انجام دادند پس نماز شاں بہ جناب الہی بہ محل قبول رسید
 بود ہم چنین امروز عمل ایں ہر دو عزیزاں قبول گشتہ۔ (ص ۱۲۲) ترجمہ ص ۱۵۱

یعنی اس سے پہلے ایسا اتفاق ہوا تھا کہ خواجہ محمد امین اور خواجہ ابو الخیر
 بڑے اہتمام سے رات کے وقت (حضور کی) دوا پکانے میں مصروف ہو گئے تھے
 (اس کام کی وجہ سے جماعت ان سے فوت ہو گئی تھی) حضرت نے رات کو
 فرمایا، اس واقعہ سے ایک زمانہ پہلے ایک مرتبہ ہمارے گھر میں کھانے کا سامان
 دیر سے بیسر آیا، میاں نور اللہ (بڈھا نوی) بعض چیزوں کی فراہمی میں ساعی
 (کوشاں) ہوئے تھے اور اس (حضرت اقدس اور آپ کے اہلبیت کی خدمت
 کی) وجہ سے انھوں نے مغرب کی نماز جماعت سے پہلے پڑھ لی تھی اور پھر کام کے
 پورا کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ ان کی نماز بارگاہ الہی میں قبول ہو گئی تھی اسی
 طرح آج کے عمل میں ان دونوں عزیزوں کی نماز قبول ہو گئی ہے۔

تشریح، جماعت سنت مؤکدہ ہے بلا عذر چھوڑنا باز پرس کا سبب ہے
 خواجہ محمد امین ولی اللہ اور خواجہ ابو الخیر اور ان سے پہلے میاں نور اللہ سے
 جماعت فوت ہو گئی تھی حضرت شاہ ولی اللہ کو کشف کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ان
 تینوں سے باز پرس نہ ہوگی۔ ان تینوں کو ان کا اخلاص کام آیا۔

۸

(بہ حالت اعتکاف در ماہ رمضان) شب بستی و نہم در کیفیت داشت
 کہ بہ جز شوق و وجد و انجذاب چیزے دیگر را کنجاش نہ بود، بہ تقریبے بعضے نعمائے
 طیبہ کہ در جواراں مکان اتفاق افتادہ بود نیز مہیج آن کیفیت شدہ بودند،
 بالکلہ تمام شب بہ ہمیں رنگ گزشت در ثلث اخیر وقت حضرت ایساں بہ غایت
 خوش بود، از شوق و ذوق سرتاپا امتلاکے عظیم داشت و مستی و جوش

ازہرین موئے مبارک ترا دید، واثرے عجیب در نشرف آں دوران حضور در گرفتہ بود

دراں وقت نغمہ سرا بیت حافظ شیراز کہ ہے

تاز مینخانہ وے نام و نشان خواہد بود

سہ ما خاک رہ پیر معناس خواہد بود

آغازید از اں پُرسوز و گداز دل و جگر ہر یک سے پاشید، ہر کس از فدویاں

بے اختیار سے خواست کہ خود را پروانہ وار بران شمع الہی فدا سازد الخ

(ص ۱۲۳) ترجمہ ص ۱۵۲

یعنی اعتکاف کی حالت میں رمضان کی انتیسویں رات کو آپ پر نادر کیفیت طاری ہوئی کہ شوق، وجد اور جذبہ کے سوا کسی شے کی گنجائش نہ تھی متصل مکان میں اتفاقی طور پر کوئی خوشی تھی اور وہاں اچھے گانے ہو رہے تھے اور ان کی آواز آرہی تھی، اس سے شوق و محبت کی آگ اور بھڑکی اور اسی کیفیت میں ساری رات بسر ہوئی۔ تہائی رات باقی تھی آپ خوش تھے اور ذوق و شوق میں از سر تا پایا ڈوبے ہوئے تھے، مستی اور جوش آپ کے ہر من مو سے ٹپک رہا تھا کہ گانے والے نے حافظ شیراز کا عشق و محبت میں ڈوبا ہوا شعر پڑھا جس کا مطلب کچھ ایسا ہے:

جب تک مینخانہ معرفت اور شراب محبت کا نام و نشان باقی ہے
ہمارا سر ساقی مینخانہ الست کی راہ کی مٹی بنے گا۔

یہ عاشقانہ اور مستانہ شعر اور پھر پڑھنے والے کی پرسوز و گداز آواز نے ہم میں سے ہر ایک کا دل اور جگر پاش پاش کر دیا، اس وقت جتنے جاں نثار وہاں موجود تھے سب کی تمنا تھی کہ اس نورانی شمع (حضرت اقدس) پر اپنے کو پڑانے کی طرح فدا کر کے خاکستر ہو جائیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

تشریح : شیخ محمد عاشق رحمہ اللہ کے اس بیان سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نہ ملائے خشک تھے اور نہ صوفی خشک علم ظاہر میں اگر بے مثل و بے بدل تھے علم باطن میں اچھی مثال ”دَوِّ يَدِكَ أَنْجَسَتْهُ لَا تَكْسِرُ الْقَوَارِيْرُ“ کے تھے۔

حضرت انجشہ کا واقعہ

۱	قصہ حادی جناب انجشہ	کر دو نقل آن راجاعت از جناب
۲	آن حادی خوان جناب مصطفیٰ	از رجز خوانی سے بہ صوت زیر وزار
۳	اُشتر بے چارہ زان صوتِ جمل	مست گشتہ تیز رفتے زیر بار
۴	در سفر بابے حادی آغاز کرد	بود سرور نیر بر ناقہ سوار
۵	خواند مستانہ بہ نوسے پاک دل	ذکر پاکش ماند شیریں یادگار
۶	چوں جناب مصطفیٰ شعرش بید	کاں بہ رنگت برق گشتہ شعلہ بار
۷	گفت لا تکسر قواریرو انجشہ	سینہارا تانہ سوز اند شرار
۸	خوش نصیب است آن سکر و انبساط	صرف یاد حق کند لیل و نہار
۹	در رہ الفت بہ عزم و صدق تام	مرد واران پانہادہ استوار
۱۰	چشم پریم آہ پر سوز کشس بود	تن زبون قلب باشد بے قرار
۱۱	ہرزباں از شوق مستیہا کند	ہر نفس بر جانِ جانانش نثار
۱۲	ذکر پاکش ارشے لہا است زید	آتش عشقش سپر باشد زبار

(ترجمہ : (۱) انجشہ حادی خوانی کا قصہ بہترین لوگوں کی ایک جماعت نے

نقل کیا ہے۔

(۲) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حادی تھا جس نے نیم اور انگلیں آواز سے

بجز پڑھتا تھا۔

(۳) بے چارہ اونٹ اس حسین آواز سے بوجھ میں دبا ہوا مست ہو کر تیز چلتا۔

(۴) ایک مرتبہ سفر میں اس نے حدی شروع کی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

بھی اونٹنی پر سوار تھے۔

(۵) اس پاک دل نے مست ہو کر اس طرح حدی پڑھی کہ اس کا پاک ذکر

یادگار بن گیا۔

(۶) جب جناب مصطفیٰ نے اس کے شعروں کو دیکھا کہ وہ بجلی کی طرح شعلے

پر سا رہے ہیں۔

(۷) فرمایا اے انجشہ! شیشیوں کو نہ توڑتا کہ سینوں کو چنگاریاں جلا دیں۔

(۸) وہ خوش نصیب ہے جو شکر اور انبساط کو شب و روز خدا کی یاد میں

صرف کر دے۔

(۹) پورے عزم اور سچائی کے ساتھ محبت کی راہ میں مرزبانہ وار مضبوط قدم

جمائے ہوتے ہو۔

(۱۰) اس کی آنکھ نمناک اور دل پُرسوز ہو جسم عاجز اور دل بے وقار ہو۔

(۱۱) ہر لمحہ شوق سے مستیاں کرے ہر سانس میں محبوب کے نام پر قربان ہو۔

(۱۲) اے زید! اس کا پاک ذکر دلوں کی دوا ہے اس کے عشق کی آگ جہنم کی

سپر ہوگی۔

افسوس ایسے فردا کمل و بے مثال کو اہل اہوا نے دبا بیہ کے عقائد کا علیہ وار

ظاہر کیا ہے۔ آپ کے صاحبزادے اور آپ کے ماموں کے صاحبزادے آپ کے

رفیق و مونس، آپ کے خلیفہ اعظم جناب شیخ محمد عاشق آپ کے مسک پر ترجمان

اہلسنت و جماعت تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

آگاہی آمد، اسے فرزند ان کہ لطف الہی ایشاں را بہ عطا کردہ است ہمہ سُعدا
اند، نوے از ملکیت بر ایشاں ظہور خواہد کرد لیکن تدبیر غیب تقاضا می کند کہ دو شخص دیگر
پیدا شوند کہ در مکتبہ و مدینہ سالہا اچھاے علوم دین نمایند و ہماں جا وطن اختیار کنند
از طرف مادر نسبت ایشاں بہ ما متمکن باشد زیرا کہ آدمی زادہ بہ وطن مادر میلان
طبعی دارد، انتقال جماعہ کہ وطن والدہ ایشاں متمکن باشد بہ سرزمینے با لطف
مستحیل است مگر بہ سبب قسرقاسر۔ (ص ۲۳۸، ۲۳۹) ترجمہ ص ۳۱۱

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے یہ اولاد جو مجھ کو عنایت کی ہے، سب
نیک بخت ہیں اور ان پر ایک طرح کی فرشتگی کا ظہور ہو گا اور غیبی تدبیر کا تقاضا
ہے کہ دو افراد اور پیدا ہوں جو سالہا سال مکتبہ اور مدینہ میں علوم دین کی ترویج
کریں اور وہیں کی وطنیت اختیار کر لیں ماں کی طرف سے ان کا رشتہ مجھ سے ہو گا
ایسی جماعت جس کا تعلق والدہ کے وطن سے ہو وطن کو چھوڑنا مشکل کام ہے مگر
یہ کہ کوئی بہت جدوجہد کرے۔

تشریح : آپ کے تین صاحبزادوں کا قیام دہلی میں تھا۔ شاہ
عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر۔ یہ تینوں حضرات بہ ظاہر
بشر اور بہ باطن فرشتہ تھے۔ عاجز کے پردادا حضرت شاہ احمد سعید فرمایا کرتے
تھے کہ یہ تینوں بھائی علم کے سمندر تھے اور تفسیر کلام الہی میں شاہ عبدالعزیز
اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھے۔ تینوں بھائی صاحب نسبت و کشف
صحیح تھے اور شاہ عبدالقادر کا کشف نہایت عمدہ تھا انہوں نے بارہ سال
تک مجاہدہ اور اس طریقہ کے بعض خلفا سے استفادہ کیا تھا الخ اور حضرت
شاہ عبدالعزیز کے نواسے شاہ محمد اسحق اور شاہ محمد یعقوب مع متعلقین اولاد

اور اپنے دامادوں اور ان کے اہل و عیال اور مع دوسرے رفقاء کے ۱۲۵۸ھ کو حرمین محترمین ہجرت کر گئے اور وہاں سالہا سال علوم دین پڑھاتے رہے اور آخر وہاں کی مٹی میں پیوند ہو گئے، رحمۃ اللہ علیہما۔

شاہ ولی اللہ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی ہے ان کی وفات کے بیاسی سال کے بعد یہ واقعہ ظاہر ہوا۔ سید عدیق حسن خاں نے اپنی کتاب "اتحاف النبلاء" مطبوعہ نظامی کان پور در ۱۲۸۸ھ کے صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱ میں "القول الجلی" کی عبارت نقل کر کے لکھا ہے:

"مصدق اہل گاہی بہ ظاہر وجود ہر دو نواسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی است مولوی محمد اسحاق و محمد یعقوب کہ ہجرت از دہلی کردہ در مکہ اقامت نمودند و سالہا بہ اچیانے روایت حدیث بہ اہل عرب و عجم پر داخند۔"

یعنی اس آگاہی کا مصداق بہ ظاہر شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نواسے مولوی محمد اسحاق اور محمد یعقوب ہیں جو دہلی سے ہجرت کر کے مکہ میں مقیم ہوئے اور برسوں اہل عرب و عجم کو حدیث کی روایت کی۔

یہ ہے الْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ کی ایک مثال، نواب صدیق حسن خاں (بھوپالی) کے پاس القول الجلی کا نسخہ تھا اور وہ اس کو مستند سمجھتے تھے وہ حضرت شاہ ولی اللہ کے کشف کے قائل ہو گئے باوجودیکہ وہ 'اہل حدیث' کے امیر اور غیر مقلدین اور وہابیوں کے اپنے عہد میں امام تھے۔

۱۰

روزے بہ شیخ عبدالعزیز کہ خلف الصدق ظاہراً و باطناً حضرت ایشاں اند در ضمن بعض تقریبات فرمودند کہ حضرت قبلہ گاہ ماچوں ازیں عالم انتقال نمودند عمر ما مثل ہمیں عمر شما بود و میاں اہل اللہ یعنی برادر خورد بہ سن رفیع الدین

بودند پس ما بر مزار شریف اکثر اوقات متوجہ بہ روحانیت ایشان می شستیم پس
 راہ حقیقت بر ما کشادہ شد پس ازیں حکایات تنبیہ بر قرب ارتحال خویش کردند۔
 روزے فرزندان گرامی را بشارات نواختند و بہ شیخ عبدالعزیز خطاب
 نموده فرمودند کہ شیخ محمد را نسبتہ مع اللہ مانند نسبت شاہ حسین فلاں کہ معلم
 فرمودند و از خاطر رفت خواهد شد و نام تو در ملا علی حجۃ اللہ است و نام
 رفیع الدین ابوالعجائب اعنی تسخیر عناصر و سے را باشد کہ ہر چہ از زبان او بر آید
 صورت وقوع گیرد و نام عبدالقادر معین الحق کہ حجۃ اللہ را بہ مال یا بہ نوسے دیگر
 اعانت نماید پس شیخ عبدالعزیز عرض نمودند کہ آیا مارا ولایت نہ خواہد بود فرمودند
 نہ فہمیدید کہ حجۃ اللہ جارحۃ الہی می باشد در اتمام مراد و سے تعالیٰ۔ الحمد للہ
 در ہر یک از ایشان آثار ایں بشارات ظاہر و باہر است (ص ۶۲۲)

ترجمہ ص ۶ حصہ دوم

یعنی ایک دن بعض تقریبات کے دوران اپنے فرزند شیخ عبدالعزیز سے
 جو ظاہراً اور باطناً آپ کے خلف صدق ہیں فرمایا کہ ہمارے والد ماجد جب دنیا
 سے آخرت کو منتقل ہوئے ہماری عمر تمھاری اس عمر کی تھی اور میرے چھوٹے
 بھائی میاں اہل اللہ کی عمر رفیع الدین کی سی عمر تھی میں آپ کے مزار شریف پر
 آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا پھر مجھ پر راہ حقیقت کھلی۔
 ان حکایات کے بعد آپ نے آگاہ کیا کہ میری رحلت کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔

ایک دن آپ نے چار فرزندان گرامی کو بشارات عظیمہ سے نوازا۔ آپ
 نے شیخ عبدالعزیز سے فرمایا میرے فرزند شیخ محمد کو اللہ سے نسبت فلاں شاہ حسین
 آپ نے فرمایا تھا جو میرے ذہن سے اتر گئی ہے کی طرح ہوگی اور تمہارا نام
 ملا علی میں حجۃ اللہ ہے اور رفیع الدین کا نام ابوالعجائب ہے، ان کو عناصر

کی تسخیر حاصل ہوگی جو بات کہیں گے وہ ہوگی اور عبد القادر کا نام معین الحق ہے، وہ مال سے یا دوسرے طریقے سے حجۃ اللہ (شیخ عبد العزیز) کی مدد کریں گے۔ یہ سن کر شیخ عبد العزیز نے آپ سے کہا کہ کیا ولایت مجھ کو نہ ملے گی۔ آپ نے فرمایا: تم سمجھے نہیں حجۃ اللہ، اللہ تعالیٰ کا آلہ ہے وہ اس سے مراد کی تکمیل کرتا ہے۔ محمد عاشق نے کہا الحمد للہ سب میں بشارات کے آثار صاف طور پر ظاہر ہیں۔

تشریح، اس مبارک قطعہ میں دو واقعات کا بیان ہے:

پہلے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے اپنے فرزند دوم شاہ عبد العزیز سے فرمایا کہ حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت میری عمر اتنی تھی جتنی اب تمھاری عمر ہے میں ان کے مزار شریف کے پاس ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا تاکہ انکے راہِ حقیقت مجھ پر کھلی۔

افسوس ہے اب مدعیانِ سنت و اصحابِ توحید کے نزدیک یہ عمل شرک میں داخل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کو جو نعمت ملی اس کی ابتدا ان کے والد ماجد کی مرقد مبارک سے ہوئی اور اس کا اتمام سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک ہوا، وہ روضہ مقدّسہ جس کی زیارت، سراسر سعادت کا شوق امیر المؤمنین حضرت عمر کعب اُجبار کو دلار ہے ہیں۔

دوسرے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے اپنے چاروں صاحبزادوں (شیخ محمد، شیخ عبد العزیز، شیخ رفیع الدین، شیخ عبد القادر رحمہم اللہ تعالیٰ) کو بشارات سے نوازا ہے اور جناب محمد عاشق نے لکھا ہے کہ بشارات کے آثار صاف طور پر ثابت ہیں۔

لے حضرت اقدس کی وفات کے وقت آپ کے صاحبزادگان کی عمریں (باقی صفحہ آئندہ)

چوں سلخ محرم سنہ سبب و سبعین بعد الالف و مائتہ رسید کہ
 از عمر شریف سال شصت و دوم شروع شدہ بود وقت صبح روز شنبہ مرزا جانان
 کہ از شاہ میر طریق نقشبندیہ احمدیہ اند با یاران خویش بہ عیادت آمدند و خلوت
 ساختند کہ بہ جز چند کس از مخصوصان کہ اس بندہ ہم طفیلی شان بود، دیگر سے
 نہ بود، پس حلقہ مراقبہ شدہ قریب نیم پاس ہم ہماں صحبت ماند۔ بعد ازاں
 چون مجلس مراقبہ منقضی شد و مرزا رخصت تو استند ازاں وقت حال مزاج شریف
 متغیر گشت۔ پس ازاں آنا فنا آثار انتقال ظہور نمودند تا کہ وقت ظہر ہماں روز
 طاہر روح پاک شان بہ عالم قدس طیران نمود و بہ رفیق اعلیٰ پیوست۔ (ص ۲۶۳)

ترجمہ صفحہ ۷۴ حصہ دوم

یعنی جب ۱۱۷۶ھ کے محرم کی آخری تاریخ ہوئی اور آپ کی عمر کا
 باسٹھواں سال شروع ہو گیا تھا۔ ہفتہ کے دن مرزا جانان جو کہ طریقہ
 نقشبندیہ احمدیہ کے شاہ میر میں سے ہیں اپنی جماعت کے ساتھ عیادت کے لیے
 آئے، خلوت کی محفل ہوئی، چند مخصوص افراد کے علاوہ کوئی نہ تھا، یہ بندہ مخصوص
 افراد کا طفیلی تھا یعنی محفل میں شریک تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ مراقبہ کی محفل رہی،
 پھر مرزا نے رخصت طلب کی۔ اس وقت سے شاہ ولی اللہ کے مزاج شریف
 میں تغیر ہوا اور لحظہ بہ لحظہ موت کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ
 اسی دن ظہر کے وقت طاہر روح پاک نے عالم قدس کو پرواز کی اور رفیق اعلیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) (۱) شیخ محمد تقریباً ۲۹ یا ۳۰ سال (۲) شیخ عبدالعزیز

۱۶ سال ۶ ماہ (۳) شیخ رفیع الدین ۱۳ سال (۴) شیخ عبدالقادر تقریباً ۹ سال

(۵) شیخ عبدالغنی ۵ سال تھیں۔

سے جلا قادمِ اللہ سترہ و نورِ ضریحاً۔

تشریح : آپ کی وفات ظہر کے وقت ہفتہ کے دن ۳۰ ماہ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء کو دہلی میں ہوئی اور اپنے والد ماجد کے پلو میں مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب محمد عاشق نے حضرت میرزا کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ کا اسم گرامی شمس الدین حبیب اللہ جانِ جاناں ہے اور منظر آپ کا تخلص ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام میرزا جان ہے آپ کا نسب محمد بن حنفیہ کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ۲۸ واسطے سے پہنچتا ہے۔ چونکہ آپ کے جدِ اعلیٰ نے سلاطینِ تیموریہ کی بیٹی سے شادی کر لی تھی میرزا کا خطاب پایا اور دربار کے امرا میں ان کا شمول ہوا۔

لفظ میرزا کی اصل امیر زادہ ہے، کثرتِ استعمال سے میرزا اور پھر مرزا ہو گیا۔

آپ کی ولادت ۱۱ رمضان ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ کی ہے۔ آپ کے احوال احوال شاہ غلام علی نے مقاماتِ منظری اور کمالاتِ منظری میں اور شاہ نعیم اللہ نے بشاراتِ منظریہ اور معمولاتِ منظریہ میں تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

مقاماتِ منظری مطبع احمدی ۱۲۶۹ھ کے صفحہ ۳۳ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

”مجھ کو اللہ نے ایسا صحیح کشف عنایت کیا ہے کہ رُوئے زمین کی حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، سب کچھ ہاتھ کی ہتھیلی کی لکڑوں کی طرح مجھ پر عیاں ہے اس وقت حضرت میرزا

جانِ جانان کا مثل کسی ملک اور کسی شہر میں نہیں ہے، جس کو مقامات کے سلوک کی آرزو ہو اُن کی خدمت میں حاضر ہو۔

یہ لکھ کر حضرت شاہ غلام علی نے لکھا ہے :

”آپ کے فرمانے کے بموجب حضرت شاہ ولی اللہ کے اصحاب استفادہ کے لیے آپ کے پاس آئے۔“

اور لکھا ہے حضرت شاہ ولی اللہ خطوط میں آپ کو ان الفاظ سے یاد کرتے تھے،
”مَتَّعَ اللَّهُ الْمُسْلِمِينَ بِأَفَادَاتِ قِيمِ الطَّرِيقَةِ الْأَحْمَدِيَّةِ
وَرَوَى رِيَاضَ الطَّرِيقَةِ بِتَوَجُّهَاتِ نَفْسِهِ الزَّكِيَّةِ
أَمِينٍ“

اور خدائے عزوجل اُن قیمِ طریقہ احمدیہ و داعی سُننِ نبویہ را دیرگاہ داشتہ مسلمان را
ممتع و مستفید گردانا د۔“

اور ”خدائے عزوجل اُن قیمِ طریقہ احمدیہ خصوصاً و طریقہ صرفیہ عموماً و اُن
متعلی بہ انواع فضائل و فواضل را دیرگاہ سلامت داشتہ انواع برکات
برکافہ انا م مفتوح گردانا د۔“

معمولاتِ منظری کے مقدمہ کے اخیر میں سامعِ خاں کا بیان لکھا ہے کہ
میں شیخ محمد علی عزیزی کے پاس راستہ میں ایک بلند جگہ بیٹھا تھا، ناگاہ حضرت میرزا
گھوڑے پر سوار اس راستے سے گزرے شیخ محمد علی عزیزی نے دریافت کیا یہ
جو ان کون ہے؟ کسی نے کہا: یہ حضرت میرزا جانِ جانان ہیں۔ محمد علی عزیزی
نے کہا: چشم بد دور، ہمہ دانی وہمہ جانی۔“

حضرت میرزا حضرت شاہ ولی اللہ کی بہت قدر کرتے تھے۔ سچ ہے
”اصحابِ کمال ہی اہلِ کمال کی قدر کرتے ہیں۔“ کلماتِ طیبات کے صفحہ ۸۳، ۸۴

میں آپ کے مکتوب شریف میں ہے اس میں حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے :

” (ترجمہ) حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ نے نیا طریقتہ بیان کیا ہے اور اسرار و معارف اور علوم کی باریکیوں کی تحقیق میں آپ کا خاص طرز ہے ان کمالات اور ان تمام علوم کے ہوتے ہوئے آپ علمائے ربانیوں میں سے ہیں محقق صوفیوں میں جو علم ظاہر اور علم باطن کے جامع ہوئے ہیں اور جنہوں نے علم نو کا بیان کیا ہے آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں۔“

فیوض الحرمین مطبوعہ ۱۳۰۷ھ کے صفحہ ۶۳ میں ہے :

”میں ائمہ اہل بیت کی طرف متوجہ ہوا، میں نے ان کا ایک خاص طریقہ پایا اور وہی اصل ہے اولیاء کے طریقوں کا، میں اس اصل کا بیان کرنا ہوں اور ان منضعات (جو اس سے ملے ہیں) کا بیان بھی کرتا ہوں جو اولیاء اللہ کے طریقوں میں ہوئے ہیں اور وہ اصل یہ ہے کہ ”یادداشت“ کی طرف التفات رکھی جائے الخ“

عاجز کہتا ہے طریقہ نقشبندیہ کی اصل طریقہ خواجگان ہے اور اس طریقہ کے سرکردہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی متوفی ۵۷۵ھ میں، آپ کو حضرت خضر سے فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ آپ کے آٹھ ارشادات ہیں جو ان کے طریقہ کی اساس ہیں :

- | | |
|---------------|------------------|
| ۱۔ ہوش در دم | ۲۔ نظر بر قدم |
| ۳۔ سفر در وطن | ۴۔ خلوت در انجمن |
| ۵۔ یاد کرد | ۶۔ بازگشت |

۷۔ نگاہ داشت

۸۔ یادداشت

حضرت خواجگان کے نزدیک ذوق اور وجدان کی رُو سے دوام آگاہی حاصل ہونے کا نام "یادداشت" ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اس اصل کو حضرات ائمہ اہل بیت کے طریقہ کا اصل قرار دیا ہے۔

سلام از مارسد بر جان ایشان
الہی از تو رحمت بے کراں باد

۱۲

(از قسم دوم) فرمودند از درویشے اگر میل سلطنت و رغبت حکومت سرزند
ایں رغبت بہ الہام حق ظاہر نماید کہ برائے اعلا رکلمہ اللہ بودہ است قبول
نہ باید کرد و سخن اورا معتبر نہ باید داشت کہ مفتون تسویل نفس و شیطان شدہ
است، زیرا کہ وجود سلطنت در اولیائے ایں اُمت بہ الہام حق و انتظام
امر ملت صورت نہ یافتہ مگر در حضرت امام مہدی کہ در آخر زمان پیدامی شوند کہ
قیمت ایں ہر دو امر بہ الہام الہی خواہند شد و غیر ایشان ہر کہ مدعی ایں معنی
شود و حکم بہ بطلان او باید کرد کہ میل او از سر نفسانیت است کہ بیچ اصل
نہ دارد۔ (ص ۳۲۲)

یعنی آپ نے فرمایا اگر کسی درویش سے سلطنت کی خواہش اور حکومت

۱۵۔ یہ کشف چونکہ قسم دوم کتاب القول الجلی میں ہے، بلفظہ پٹنہ لا بیریری کے نسخہ
میں صفحہ ۳۲ پر ہے جس کا عکس میرے پاس آ گیا ہے۔
۱۶۔ تسویل، شیطان کا لوگوں کے نفس میں گناہوں کو آراستہ کرتا۔ سخن آرائی
و افترا (غیاث وغیرہ)

کی رغبت ظاہر ہو اور وہ اس رغبت کو الہامِ حق کہہ کر بیان کرے کہ اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کے واسطے ہے قبول نہ کیا جائے کیونکہ یہ ہر باغِ نفس و شیطان کا بنایا ہوا ہے اس اُمت میں اللہ کے الہام سے ملت کے انتظام کے لیے اولیاء اللہ میں سے ہوا حضرت امام مہدی کے جو کہ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے کسی اور کے لیے انتخاب اور قیام کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت امام مہدی ان دونوں کاموں کو کریں گے (یعنی اعلا کلمۃ اللہ اور انتظام امر ملت) ان کے علاوہ جو بھی اس کا دعویٰ کرے اس کی غلط روی کا حکم کیا جائے، کیونکہ اس کا یہ فعل ارادہ نفسانیت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

تشریح، حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشف اور بیان بڑا اہم اور غور طلب ہے۔ آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے حق اور اللہ کے برگزیدہ افراد میں سے اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو الہام ہوا کہ مسلمانوں کا امیر بنوں اور اسلام کی خدمت کروں تو سمجھ لو کہ اس کو اپنے کشف اور الہام کے سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ یہ کام اخیر دور میں حضرت امام مہدی کریں گے۔

اس مکاشفہ میں شاہ ولی اللہ کے دو الفاظ مدار بحث و تحقیق ہیں، ایک لفظ "درویش" ہے اور دوسرا لفظ "الہام" ہے۔ درویش خداریدہ کو کہتے ہیں یعنی وہ نیک بندہ جس کی کو خدا سے لگ گئی ہو اور الہام دل میں اچھے خیالات آنے کو کہتے ہیں۔

اب مکتوبات سید احمد شہید کے مکتوب ۲۶ میں اس عبارت کو

ملاحظہ کریں جو صفحہ ۱۴۸ میں ہے،

"مصلحت وقت چنان اقتضا کر دے اقامت این رکن رکین (اسلام

بدون نصبِ امام بہ وجہ مشروع صورت نہ می بندد بنا، علیہ بہ تاریخ دوازدهم
جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ھ مقدس بہ اتفاق مشاہیر سادات کرام و علماء
اعلام و مشائخ عظام و صاحبزادگان ذوی الاحترام و خوانین ذوی الاحترام و
جماہیر خواص و عوام از اہل ایمان و اسلام و بیعت امامت بردست این جانب
واقع گردید و بہ روز جمعہ خطبہ بہ نام این جانب خواندہ شد ہر چند این خاکسار
ذرہ بے مقدار بہ حصول این مرتبہ نلیف اولاً بہ اشارت غیبی و الہامات لاریبی
بشربود الخ

اور اس کا ترجمہ ص ۵۲ میں لکھا ہے یہ ہے :
”مصلحت وقت کے مد نظر یہ تھی کہ اس رکنِ اعظم جہاد کا قائم رہنا شریعت
کی رو سے بغیر امام کے تقرر کے ممکن نہیں تھا اس لیے ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ
مقدس کو مشاہیر کرام، مشائخ عظام اور قابل احترام شہزادوں اور صاحبِ حشمت
خوانین اور تمام خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے امامت کی بیعت اس
عاجز کے ہاتھ پر تکمیل پائی اور جمعہ کے روز میرا نام خطبہ میں پڑھا گیا اس خاکسار
ذرہ بے مقدار کو اس بلند مرتبہ کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشارے اور
الہام کے ذریعہ جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں پہلے ہی دی گئی تھی۔“
ایسے الہامات و اشارات جو مرہون سلطان خیال ہوں حضرت امام ربانی

مجدد الف ثانی قدس سرہ (مکتوب ۲۹۱ از دفتر اول میں) معلول قرار دیتے ہیں
کاش ”درویش“ جناب سید اور ان کے رفقا بہ کار حضرت شاہ ولی اللہ کے اس
ارشاد سر اسرار شاد کو پہلے ہی ملاحظہ فرمالتے۔ شاہ ولی اللہ کی وفات کے ۶۶
سال بعد آپ کا یہ کشف ثابت ہوا۔ اگر سید صدیق حسن خاں اس مکاشفہ کا
ذکر کر دیتے تو بہتر ہوتا۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے "حزبِ امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ" کے صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے:

"جس دن سے امیر شہید افغانوں کے امیر بنے اسی وقت سے بغاوت کی چنگاری اس اجتماع میں چمکتی رہی اگر معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو ہم افغانوں کا امیر بناتے اور اسے شہید کے بود ڈ کا ایک ممبر بنا دیتے الخ"

مولانا سندھی نے جو رائے لکھی ہے درست رائے ہے، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یورپ اور روس وغیرہ کے دورہ میں "ہمفرے جاسوس" کی رپورٹ پڑھ لی ہو جس کو جرمنی کی حکومت نے چھپوایا تھا اور پھر اس کا ترجمہ دوسرے مالک میں چھپا اور اب پاکستان میں "ہمفرے کے اعترافات" کے نام سے چھپا ہے کہ کس طرح انگریزوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو سلطنت عثمانیہ کو کمزور کرنے کے لیے تیار کیا اور پھر محمد بن سعود امیر نجد کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ محمد بن عبدالوہاب کے باطل عقائد کی حمایت کرے اور نجد کا بادشاہ بنے۔ چنانچہ ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۳ء میں محمد بن سعود نے وہابی مذہب اختیار کیا، مذہبی امور میں وہ ابن عبدالوہاب کا مطیع ہوا اور آج تک یہی کیفیت ان دونوں گھرانوں کی ہے۔

۱۳

چوں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در فتح مکہ مصاریع کعبہ را گرفتہ استاد
و جماعہ از صناید قریش را کہ در باب ایند اسے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سعی بلوغ داشتند و سینہائے ایشان بہ عداوت پر بود و دیدند کہ ہمہ جمع شدہ
استادہ اند فرمودند چہ می گوئید گفتندے گوئیم کہ انت آخ صغیریم فرمودند

شاید ارادہ می کنیہ یوسف را گفتند آری۔ فرمودند، من ہم سے گوئیم لا تتوبین
 علیکم الیوم یغفر اللہ لکم این کل نفس ہماں بود و غل و حسد از دلہا رفت۔
 ہماں غرض تحفہ حادثہ پیدا شد از باب لطف و صفا کہ خرق عادت باشد بلا شک
 و اصل این خرق عادت قوت زہرہ بود کہ از میان نفس نفیس آن حضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم خوش زدہ قوائے زہرہ را کہ در نفوس ایساں کافرہ بودند در
 ہیجان آوردہ با ہم طرفہ تعالج نمودند و طرفہ انجذابے و روحے و راتخے و بختے و
 سرور سے بہ ظہور رسید و ہم چنین و بہب بن عمر بہ قصد کشتن آن حضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم آمد آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابر بعض امور معینہ مطلع
 ساختند در ضمن این مطلع ساختن طرفہ قوت زہرہ از نفس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نفس و بہب شر صفت و رعونت را بہ کلی بسوخت و ہم چنین تمامہ مرزبانی و قصہ
 زوجہ ابی سفیان، اینہا ہم قوت زہرہ است کہ از نفس صاحب دولتے برآمد
 بہ نفوس دیگران سے رسد و قوائے کامنہ ایساں را در ہیجان می آورد و طلسمے طرفہ
 بہ نمود سے رسد، ہم چنین در بدر قوت مرتجیہ مزوجہ بہ دو چندان از قوت شمس
 مزوج شدہ از نفس نفیس آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ جو شید و
 غائب را مسخر خود گردانید و رعب آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ مسیری یک ماہ
 منتشر گردانید و ہم چنین روز حجۃ الوداع قوت مشتری با قوت شمس و قوت قمر و
 قوت زہرہ و قوت زحل و قوت عطارد در ہم آمیخت من کل و اجد قمتہا
 جڈ و اجد تا آن کہ یک چیز شد۔ در عالم تحفہ تسخیری و تالیفی و فرانی
 و تشریحی منتشر گردانید۔ (ص ۳۶۱، ۳۶۲)

یعنی فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ

شریف کے دروازے کے پٹوں کو پھڑکھڑاتے ہوئے اور قریش کے سربراہ اور

لوگوں کی ایک جماعت آپ کے سامنے کھڑی تھی جنہوں نے آپ کی ایذا رسانی میں پوری کوشش کی تھی اور بن کے سینے آپ کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے آپ نے ان سے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم کہتے ہیں اَنْتَ اَخٌ كَرِيْمٌ آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: شاید تمہارا مقصد یوسف کا قصہ دہرانا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں بھی کہتا ہوں لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ: کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشنے اللہ تم کو۔ اس بات کے سنتے ہی سارا مکر و حسد ان کے دلوں سے نکل گیا۔ فتح مکہ کا مقصد یہی خرقِ عادت کا تحفہ تھا جو لطف و صفا کے طریقے سے بلا شک ظاہر ہوا۔ اس خرقِ عادت کی اصل زہرہ کی قوت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفسِ نفیس سے جوشِ مارکر نکلی اور اس نے زہرہ کی ان قوتوں کو جو نفوسِ اہل مکہ میں کافرانہ پوشیدہ تھیں ہیجان میں ڈال دیا، پھر دونوں نے باہم مل کر عجب معاملہ کیا اور کیا ہی عمدہ و اعلیٰ انجذاب و خوشی و راحت و مسرت کا ظہور ہوا۔ ایسا ہی معاملہ وہب بن عمر کے ساتھ پیش آیا جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادہ سے آیا آنحضرت نے اس کو بعض معینہ امور (خفیہ راز) سے آگاہ کیا۔ آپ جب ان امور کا بیان فرما رہے تھے آپ کے نفسِ مبارک سے زہرہ کی قوت نکلی اور چنگاری کی طرح وہب کے نفس پر گری اور وہب کی رعونت اور خباثت یکسر جل گئی۔ اسی طرح کا قصہ ثمامہ مرزبانی اور ہند زوجہ ابی سفیان کا ہے یہ سب قوتِ زہرہ کی کارستانی ہے کہ صاحبِ دولت کے نفس سے نکلتی ہے اور دوسروں کے چھپے ہوئے قواد کو ہیجان میں ڈال کر انوکھا طلسم دکھاتی ہے۔ اسی طرح بدر کے دن گرنے والی قوت اپنے سے دگنی آفتابی قوت سے گھل جلی کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفسِ نفیس سے جوشِ مارکر

نکلی اور غائب کو اپنا مطیع کر لیا اور ایک مہینہ کی مسافت تک آپ کا رعب طاری
 کر دیا۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے دن مشتری کی قوت، آفتابی قوت، مابستانی
 قوت، زہرہ کی قوت، زحل کی قوت عطارد کی قوت سے گھل مل گئی کل واحد
 منہا جزء واحد ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک جزء، یہ سب مل کر ایک شے
 ہو گئیں اور اس نے تمام عالم میں مسخر کرنے، مالوف کرنے، حکم نافذ کرنے اور
 ایک شریعت کا تحفہ پھیلا دیا۔

تشریح: حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی حقیقی و البتگی طریقت
 میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے یوں اجازت دیگر سلاسل میں بھی ہے۔
 مجدد قدس سرہ کے زمانے تک سلسلہ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان ولایت کبریٰ
 تک ہوا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے نہایت نہایت تک اس کا بیان کیا اور
 آپ نے بیان کیا کہ انسان کی تخلیق میں عالم امر اور عالم خلق کے اجزا شامل
 ہیں۔ عالم امر کے اجزاء نورانی ہیں اور وہ انسان کے سینہ میں مکین ہیں۔ یہ نورانی
 اجزاء ہماری کوتاہیوں اور گناہوں کی وجہ سے اپنی نورانیت کھو بیٹھتے ہیں، اور جب
 خوش نصیب بندہ اللہ کی یاد میں مصروف ہوتا ہے۔ یہ اجزاء اپنی نورانیت حاصل
 کر لیتے ہیں اور جب وہ خوش نصیب مراقبہ کرتا ہے تو یہ نورانی اجزاء پڑا ذکر کے
 اپنے اصول تک پہنچتے ہیں جو عالم امر میں ہیں۔ آپ نے پانچ نورانی اجزاء کا
 بیان کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو تین طریقہ حضرات ائمہ اہل بیت اطہار
 رضی اللہ عنہم سے ملا ہے۔ اس کے سلسلے کا تفصیلی بیان علامہ کبیر علی صاحب نے نہیں
 گزرا ہے، آپ کے اس مبارک مکتوف سے معلوم ہوا ہے کہ آپ ان پانچ
 نورانی طاقتوں کے علاوہ دوسری نورانی طاقتوں کے اجزاء سے بھی سینہ کو مملی اور

مجلی قرار دیتے ہیں۔ سورہ حم السجدہ کی آیت ۵۲ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
 سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ لِيَمْلِكُوا فِي الْآيَاتِ
 أَفْعَالٍ فِي الْأَفْئَاتِ وَفِي الْأَنْفُسِ كَيْفَ يَكْفُرُونَ
 اُنْفُوں میں اور ان کے نفسوں میں۔ دلائل قدرت میں سے جو کچھ عالم کبیر میں ہے

اس کا نمونہ انسان کا جسم ہے۔

نہ فلک راست مُسْتَلَمٌ نَهْ مَلَكٌ رَا حَاصِل

اُن چہ در بستہ سو پدائہ بنی آدم ہست

کچھ پہلے کتاب "القول الجلی" پر ایک مقالہ ندیم حیدر علوی کا اور دہلی
 کے مجلہ "قاری" میں چھپا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے اس کو پڑھ کر عاجز سے
 کہا حضرت شاہ ولی اللہ نے نجوم اور تاثیرات کو اکب کا بیان کیا ہے اور یہ کچھ مناسب
 نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کا یہ مکتوف بعض دیگر فضلا کی نظر سے بھی
 گزرا اور انہوں نے اس مکتوف (نیز بعض دیگر مکتوفات) کے حذف کرنے کا
 مشورہ دیا۔ اس سلسلہ میں عاجز کے پاس ایک مفتی صاحب کا مکتوب آیا اور
 انہوں نے عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا۔ عاجز نے تحریر کیا کہ کسی کو
 تالیف میں کسی پیشی کا تصرف ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کئی جگہ
 اس قبیح فعل کی بڑائی بیان کی ہے۔ افسوس ہے مولوی اسماعیل کے پروان اس
 کام میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریرات
 و مکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن اور ان کی کتابیں، حضرت عابد
 الف ثانی، ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی
 اور دیگر اکابرین کے احوال میں بہت سی تحریفیات کر کے محمد بن عبدالوہاب نجدی
 اور مولوی اسماعیل کا ہمنوا سب کو قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب "القول الجلی"
 کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے اور یہ کتاب بلا کسی تصرف کے چھپے۔ بنا بریں اس

سلسلہ میں عاجز کچھ لکھتا ہے :

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی (متوفی دو شنبہ ۹ شوال ۴۱۷ھ) نے اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں قائمہ مدبرات امراً کے بیان میں لکھا ہے : قال القشیری اجمعوا علی ان المراد الملائكة وقال الماوردی فیہ قولان احدهما الملائكة قال الجمهور والقول الثاني هو الكواكب السبعة حکاہ خالد بن معدان عن معاذ بن جبل (قشیری نے کہا ہے اتفاق کیا ہے علمائے کہ المدبرات امراً سے مراد فرشتے ہیں اور ماوردی نے کہا ہے کہ المدبرات کے بیان میں دو قول ہیں ، ایک قول میں وہ ملائکہ ہیں اور یہ جمهور کا قول ہے ، اور دوسرے قول میں وہ سات سیارے ہیں اس قول کو خالد بن معدان نے حضرت معاذ بن جبل سے بیان کیا ہے) علامہ قرطبی نے یہ لکھا ہے کہ اس قول کو قشیری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر عالم کا تعلق کثرت کے ساتھ نجوم کی حرکات سے وابستہ کر دیا ہے اگرچہ تدبیر کرنے والا اللہ ہی ہے۔ چونکہ یہ کام نجوم کے سپرد کر دیا گیا ہے اس لیے نجوم کو مدبروات فرما دیا ہے یعنی تدبیر کرنے والیاں۔

علامہ سید ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۲۸۳ میں والنازعات عنرقاً سے قائمہ مدبرات امراً کا بیان اس طرح کیا ہے کہ ان آیات کا تعلق سیارات سے ہے ، لکھا ہے کہ حسن و قنادہ و اخفش و ابن کيسان و ابو عبیدہ نے والنازعات عنرقاً کا عمل نجوم پر کیا ہے ، اور ابن عباس و حسن و قنادہ و اخفش نے والناشطاً نشطاً کا عمل نجوم پر کیا ہے اور المدبروات امراً کا عمل نجوم پر معاذ بن معدان سے مروی ہے۔ تدبیر کی نسبت کواکب کی طرف مجازی ہے۔

علامہ سید محمد امین معروف بہ ابن عابدین نے رسالہ سَلِّ الْحُسَامِ
الْمُهَنْدِي میں جو کہ ان کے رسائل کے دوسرے حصے میں سے لکھا ہے، قال
 الامام المرغینانی صاحب الہدایۃ فی کتابہ مختصرات النوازل
 و اما علم النجوم فهو فی نفسه حسن غیر مذموم یعنی ہدایہ کے
 مولف امام مرغینانی نے اپنی کتاب مختارات النوازل میں لکھا ہے کہ علم نجوم
 فی نفسه اچھا علم ہے اور وہ مذموم نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک
 ستیارات کی قوت فعالہ نورانی طاقت ہے اور ان نورانی طاقتوں سے انسان کا
 سینہ معمور ہے اور وہ پاک نفوس کہ جن کے سینے آما جگہ تجلیات و انوار ہیں ان
 طاقتوں سے حکم الہی کام لیتے ہیں آپ کے بیان پر کوئی ایراد وارد نہیں ہوتا،
 اسرار و معارف کا اظہار آخر وقت تک اللہ کے نیک بندے کرتے رہیں گے
 ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

۱۴

از قسم سوم، خدمت ایشان روز عرس مخدوم جمال الدین قدس سرہ
 در موضع پھلاوہ بہ زیارت قبر ایشان رفتند، در انجا اژدحام بسیار بود و
 مردمان کثیر، نجوم آوردہ قبر اوشان را تعقیب می کردند خدمت ایشان آن جا
 قدرے توقف نمود از مقبرہ برآمدہ بیرون آن شستہ و فرمودند تا شخصے بہ قید
 حیات می باشد ہر چند یا دحق می کند در ان ترقیات می نماید اما بہ سبب
 علاقتہ جسمانیہ از بشریہ یا سوتیہ خلاصی اورا با کلیہ طیسر نسبت و چون ازین عالم
 انتقال نمود آن ہنگامہ از بشریت با کلیہ نجات حاصل می شود و صفت لاہوت
 غالب می گردد و لہذا مسجود می شود۔ (ص ۳۸۷)

یعنی حضرت مخدوم جمال الدین قدس سرہ کے عرس کے دن آن جناب
 موضع پھلاوہ آپ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے وہاں بہت
 بھڑکتی آپ کی قبر شریف کے چوٹے میں کثرت سے لوگ معروف تھے۔ آپ نے
 تھوڑی دیر وہاں توقف کیا پھر مقبرہ سے باہر آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا جب تک
 انسان زندہ رہتا ہے جس قدر بھی وہ اللہ کی یاد کرتا ہے اس کو ترقیات حاصل
 ہوتی ہیں اور جسمانی تعلق کی وجہ سے بشریت اور عالم اجسام کی بندھنوں سے
 پوری طرح چھٹکارا نہیں پاسکتا اور جب وہ اس جہاں سے رخصت ہو جاتا ہے
 اس وقت اس کو بشریت کے عوارض سے پوری طرح نجات حاصل ہو جاتی ہے
 اور اس پر لاہوتی صفت غالب آجاتی ہے لہذا لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں۔
 تشریح: حضرت نے اس مبارک مظلوظ میں ناسوت اور لاہوت کے
 الفاظ استعمال کئے ہیں ناسوت عالم اجسام کا نام ہے جس وقت روح جسم
 میں داخل ہوتی ہے اور ناسوتی کا آغاز ہوتا ہے اور پھر جب خوش نصیب بندہ
 اپنے مولیٰ جل شانہ کی یاد کرتا ہے اور تجلیات اسماء الہیہ سے مظلوظ ہوتا ہے وہ
 مقام ملکوت پر فائز ہوتا ہے اور جب مرتبہ صفات میں اس کو فنایت حاصل
 ہوتی ہے مقام جبروت حاصل کرتا ہے اور جب وہ خوش نصیب ذات بخت الہی
 کی تجلیات کی آماجگاہ بنتا ہے مقام لاہوت حاصل کرتا ہے اور جب تک روح
 کا تعلق جسم سے رہتا ہے وہ اسی مقام کو بہ تمام حاصل نہیں کرسکتا، اور جب
 اس کی روح نفس تن سے پرواز کر جاتی ہے وہ عالم قدس کے مزے لیتی ہے
 إِنَّ السَّعِیْنَ فِي جَنَّاتٍ وَ نَهْرٍ فِي مَقْعِدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِکٍ مُّکْرَمٍ
 میں ایسے خوش نصیبوں کا بیان ہے بَعَلْنَا اللّٰهَ وَ مَلِکًا ذُو الْعَرْشِ
 باغوں میں ہیں اور نہروں میں، بیٹھے پتی بیٹھک میں زویک بادشاہ کے جس کا

سب پر قبضہ ہے۔

اسی لفظ میں حضرت نے "لہذا مسجودے مشرود" فرمایا ہے اس مسجودیت کے سمجھنے کے لیے دو مبارک صحیح حدیثوں کو نظر میں رکھنا ضروری ہے لہذا عاجز ان کا ترجمہ لکھتا ہے،

(۱) مشکوٰۃ کے باب ذکر اللہ والتقرب الیہ میں بخاری سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے اس کو میں لڑائی سے خروار کر دیتا ہوں اور میرا بندہ کسی شے سے بھی جو مجھ کو بہت محبوب ہے میرا قرب نہیں پاسکتا جو کہ وہ میرے عائد کردہ فرض سے پاتا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب مجھ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے تو میں اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور وہ بیٹائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر مجھ سے وہ طلب کرے البتہ میں اس کو دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے البتہ میں اس کو پناہ دوں گا الخ

(۲) مشکوٰۃ کے باب المحبۃ فی اللہ ومن اللہ میں مسلم کی ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے : اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے وہ جبریل کو بلا کر کہتا ہے مجھ کو فلاں بندے سے محبت ہے تم اس سے محبت کرو۔

چنانچہ جبریل کو اس سے محبت ہوتی ہے اور پھر وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ کو فلانے سے محبت ہے تم سب اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں **ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ** پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے الخ

یعنی زمین پر رہنے والوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوتی ہے خود بخود دل اس کی طرف مائل ہوتے ہیں، سورہ مریم کے آخر میں ہے:

ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم
الرحمن وُدًّا۔

جو یقین لائے اور کی ہیں نیکیاں ان کو دے گا رحمن محبت۔
یعنی اللہ ان سے محبت کرنے لگے گا یا ان کے دل میں اپنی محبت پیدا کرے گا یا خلق کے دل میں ان کی محبت پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ نیک بندے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب بنتے ہیں اور جن کا سُننا، دیکھنا، پکڑنا، چلنا سب اللہ کے واسطے ہوتا ہے۔ ایسے برگزیدہ بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ عوام کے دلوں میں ڈالتا ہے پھر عوام کے دل خود بخود اس کی طرف جھکتے ہیں، یہی ہے شانِ مسجودیت جو فنا فی اللہ ہونے کی وجہ سے اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔
حضرت شاہ ولی اللہ باکمال عالم دین اور بلند مرتبہ شیخ طریقت ہوئے ہیں۔ حضرت میرزا جان جاناں مظہر قدس اللہ اسرارہا ان کے متعلق فرماتے ہیں،

”آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں۔“

ایسے حضرات کے اقوال کو ان طریقوں سے حل کرنا ضروری ہے جو حضرات مشائخ

کے طریقے ہیں۔

علامہ اجل مفتی عنایت احمد کا کوروی متوفی ۱۲۷۹ھ نے حضرت
شاہ ولی اللہ کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے آپ کے الفاظ کو تزیینتاً الخواطر نے عربی
میں نقل کیا ہے اس کا مفہوم اس طرح ہے:

شاہ ولی اللہ کی مثال شجر طوبی کی طرح ہے کہ تنہ اُن کے گھر میں ہے
اور اس کی شاخیں تمام مسلمانوں کے گھروں تک پہنچی ہوتی ہیں
مسلمانوں کا کوئی گھر اور ٹھکانا ایسا نہیں جہاں اس کی ٹہنی
نہ پہنچی ہو، اکثر لوگوں کو خبر نہیں کہ اس ٹہنی کی جڑ کہاں ہے۔

یعنی ہندوستان میں جو دین پھیلا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذریعہ آپ کی
مبارک ذات کو کیا ہے۔ شیخ محمد حسن صدیقی ترہٹی نے "ایلیانج الجہنی" کے
انخیر میں لکھا ہے کہ میں نے دو مرتبہ علامہ عبدالحق فاروقی خیرآبادی کو کتے سنائے
جب کہ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب "إِثْرَ الْمَلَّةِ الْخَفَاءِ" کا
مطالعہ کیا ایک مجمع کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا: (عاجز ترجمہ لکھتا ہے)
"جس شخص نے یہ کتاب تصنیف کی ہے وہ علم کا ایسا بحر ذخار
ہے جس کا ساحل نظر نہیں آتا اور اُن پر اعتراض کرنے والا
جاہلوں میں سے ایک ایسا غبی جاہل ہے جس کے سمجھنے کی توقع
نہیں کی جاسکتی یا وہ اُن انعامات پر حسد کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ
نے ان پر کیے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ "القول الجلی" کے اس ترجمہ کو بہ وجہ احسن طبع کرانے اور
پھر اصل فارسی نسخہ اہل علم اور ارباب کمال کے سامنے آئے اور حضرت
شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی باطنی بلند پروازی اور علو منزلت کا علم سب کو ہو۔

حضرت میرزا کا ارشاد "آپ کا مثل چند ہی افراد ہوتے ہیں" حقیقتِ امر کا اظہار کرتا ہے۔ عاجز آپ کو مشنتی کے اس شعر کا مصداق پاتا ہے:۔

مَضَّتِ الْقُرُونُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهِ

وَلَقَدْ أَقْبَى فَعَجَزْنَا عَنْ نُصْرَتِهِ

زمانے گزرے وہ ان جیسا نہ لاسکے، اور وہ آئے تو ان کا مثل لانے

سے قاصر رہے۔

قَدَّسَ اللَّهُ سِرَّهُ وَتَوَدَّ ضَرْبِيحَهُ - وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوْلًا وَأَخْرًا -

ابوالحسن زید فاروقی

جمعہ ۲ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر

۵ دسمبر ۱۹۸۶ء

شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

اِحْتِثَامِيَّة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا عَلَيْنَا اَنْعَمَ وَعَلَّمَنَا مَا لَمْ نَعْلَمُ وَ الشُّكْرُ
 لَدَ عَلٰی مَا اَلْهَمَّ وَوَقَّفَنَا لِلْسَّبِيْلِ الْاَقْوَمِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی
 حَبِیْبِ الْمُصْطَفٰی وَصَفِيِّهِ الْمُجْتَبٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَ
 اٰرْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ وَصَحْبِهِ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی يَوْمِ الدِّيْنِ
 وَ عَلَيْنَا مَعِيْنَةٌ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ .

اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ادا کرنے کے بعد یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ زیر نظر کتاب
 حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی وہ نایاب کتاب ہے جس کا کامل صرف ایک نسخہ
 کتب خانہ انوریہ، تکیہ شریف، کاکوری ضلع لکھنؤ میں محفوظ ہے۔ اس کا نام
 القول الجلی فی ذکر اثار الولی ہے۔ کاتب اس نسخہ کی کتابت سے جمعہ
 ۲ شعبان ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۸۱۳ء کو فارغ ہوئے ہیں یہ دونوں
 تاریخیں ان کی تحریر کردہ ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کا نام نہ پڑھا گیا۔ اللہ تعالیٰ
 جل شانہ و علم احسانہ کو منظور تھا کہ یہ نسخہ اس کتب خانہ میں محفوظ رہے اور
 اب یہ عاجز اس کو ایک سو اسی سال پرانے خط سے عکس لے کر ناظرین کی خدمت
 میں پیش کرتے۔

یہ تکبیر حضراتِ قلندریہ کا زاویہ ہے۔ اس وقت سجادہ نشین جناب عالی مرتبت مولانا محمد مصطفیٰ حیدر قلندر صاحب ہیں اور ان کے معین و ناصر ان کے چھوٹے بھائی جناب والا منزلت مولانا مولوی حافظ محمد مجتبیٰ حیدر صاحب ہیں۔ مؤخر الذکر کے صاحبزادہ عزیز گرامی مولوی حافظ تقی انور علوی صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ اردو میں دو سال پہلے کیا ہے۔ مترجم کے حضرت والد کی خواہش ہوئی کہ یہ عاجز اس کا مقدمہ لکھے۔ اگرچہ عاجز مصروف تھا لیکن جناب والا کی شفقت و محبت نے مجبور کیا کہ مقدمہ لکھے، چنانچہ عاجز نے مقدمہ لکھا اور وہ ترجمہ کے ساتھ چھپ گیا ہے۔

مقدمہ لکھنے کے وقت عاجز کو احساس ہوا کہ علم تصوف کے اسرار و معارف و فیوض و مکشوفات کے بیان میں اور حضرت شاہ ولی اللہ کے نئے سلسلہ مبارکہ کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب آپ کی کتابوں میں بے نظیر اور بے مثال ہے۔ جو شخص حضراتِ مشایخ کی عبارات و تعبیرات سے واقف نہیں ہے وہ اس کتاب کو پڑھ کر اعتراضات کرے گا اور حضرت شاہ ولی اللہ کے کلام کو بڑا کئے گا۔ ایسے افراد سے جناب حافظ شیراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں، سہ

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نہ فی دلبر خطا این جا است

اور جو اصحابِ قلوب کے استعارات و مکالمات سے واقف ہے وہ آپ کی جلالتِ قدر اور علو منزلت کا معترف ہوگا اور کہے گا جیسا کہ حضرت حافظ نے کہا ہے، سہ

دل سرپرہ محبت دوست دیدہ آئینہ وار طلعت دوست
دور محبتوں گزشت زوبت دوست ہر کسے پھر روز زوبت دوست

گرمی آلودہ دامنم چہ عجیب ہمہ عالم گواہ عصمتِ اوست
 لہذا اس عظیم القدر کتاب کو دیکھ کر عاجز کو خواہش ہوئی کہ اصل کتاب
 جو ایک نایاب علمی وثیقہ ہے اس کا چھپنا ضروری ہے، چنانچہ عاجز نے اس کا
 اظہار جناب سیادت پناہ والا مرتبت سید محمد حسن حسینی سجادہ نشین درگاہِ حضرت
 گیسو دراز واقع گلبرگہ سے کیا۔ آپ نے جناب قلندر صاحب کو خط لکھا اور
 جناب قلندر صاحب نے نہ صرف عاجز کی طلب منظور فرمائی بلکہ اصل نسخہ کو
 لے کر دو شنبہ ۳۰ شوال ۱۴۰۹ھ مطابق ۵ جون ۱۹۸۹ء کو دہلی تشریف
 لائے اور کتاب عاجز کے حوالہ کی اس گرمی میں کاکوری سے آمد اور پھر دوسرے
 دن مراجعت نے انیس کا یہ شعر یاد دلادیا :۔

خیالِ خاطر اجاب چاہتے ہمدم
 انیس ٹھیس نہ لگ جائے ابگینوں کو

قلندر صاحب کو پروردگار جل شانہ، و علم احسانہ، اجر کثیر عنایت فرمائے
 اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَّاعِيْلُهُ کے بموجب آپ اس کارِ خیر میں از اول تا
 آخر شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے۔ دو صد سالہ کتابت
 کی اور اب اس عکسی طباعت کی عاجز نے درج ذیل تاریخ کہی ہے :

بمحلہ اللہ کہ القول الجلی را

کتابت باعث لطف عنایت ۱۲۲۹

زلطف حق تعالیٰ زید بسنگ

پراغِ رہ "شہ سال طباعت ۱۴۰۹

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے مسلک تصوف کو سمجھنے کے لئے

القول الجلی پراغِ راہ ہدایت ہے وَقَفْنَا لِلَّهِ لِمَا ضَايَبَهُ افسوس کے ساتھ

لکھنا پڑتا ہے کہ کاتب سے کتابت میں لغزشیں ہوتی ہیں۔

جناب مولف شیخ محمد عاشق پھلتی رحمة اللہ ورعی عنہ نے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصہ کو قسم کہا ہے۔ پہلی قسم میں حضرت شاہ ولی اللہ کا حال ہے از ولادت تا آخر وفات و مرثی، اس قسم میں آپ کے کمالات، مکشوفات اور معارف کا بیان ہے۔ واقعہ وفات کا ذکر صفحہ ۲۵۹ سے ۲۷۹ تک ہے۔ دوسری قسم صفحہ ۲۷۹ سے ۳۶۶ تک ہے۔ اس قسم میں آپ کے ارشادات کا بیان ہے اور تیسری قسم صفحہ ۳۶۶ سے آخر کتاب صفحہ ۴۹۸ تک ہے۔ اس قسم میں ان افراد کا ذکر ہے جن کا حضرت شاہ ولی اللہ سے نسبی اور قرابتی تعلق ہے۔

اس کتاب کی قسم دوم اور سوم "خدا بخش لا تبریری پٹنہ" میں موجود ہے۔ قسم دوم صفحہ ایک سے آخر صفحہ ۷۴ تک اور قسم سوم صفحہ ۲۸ سے آخر کتاب صفحہ ۱۲۹ تک، یہ نسخہ مولوی محمد عمر کے تصرف میں رہا ہے۔ عاجز کا خیال ہے آپ مولوی محمد اسماعیل دہلوی فرزند مولوی عبد الغنی فرزند شاہ ولی اللہ ہیں۔ آپ نے آخر کتاب میں لکھا ہے اللھم ابرحم علی محمد عمر مرید حبیبك محمد صلعم اولاداً خیراً و ظاہراً و باطناً فقط۔

اللھم ابرحم علی محمد عمر مرید حبیبك محمد صلعم

یہ ہر صفحہ ایک اور ۳۳ میں بھی ہے۔

مشور

کتاب القول الجلی کی قسم دوم اور سوم کی تصحیح اس نسخہ سے ہو سکتی ہے سو سو سال پہلے اس کتاب کے دو نسخوں کا پتا چلتا ہے، کیا عجیب کوئی نسخہ پرودہ خفا میں مستور ہو اور وہ اس کتاب کی تصحیح کے لئے بن جائے۔

حضرت محمد العبد المذنب القوی سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لطائفِ عالمِ امر کا بیان کیا ہے کہ وہ مجلیٰ مزگی ہو کر اپنی نورانیت حاصل کر لیتے ہیں، سالک کو مقامِ فنایت تک پہنچاتے ہیں، سالک حضرت معبودیتِ صرفہ اور حضرت اطلاق میں فنایت حاصل کرتا ہے اس وقت اس کے تن کا ذرہ ذرہ کہتا ہے:

نے از تو حیاتِ جاوداں سے خواہم نے عیش و تنعمِ جہاں سے خواہم
نے کامِ دلِ فراحتِ جاں سے خواہم ہر چیزِ رضائے تستِ آن می خواہم

حضرت شاہ ولی اللہ نے ساحتِ صدر کے اُن لطائف کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق المدبوتاتِ امرا سے ہے۔ یہ لطائف فعالہ ہیں، آپ نے ان لطائف کے اسرار و دقائق کا خوب بیان کیا ہے۔

عاجز کے جدِ الجد حضرت شاہ ابوسعید نے کتاب "ہدایۃ الطالبین" میں تحریر کیا ہے کہ دورانِ عروج میں راہِ مستوی سے بعض مقامات کا ظہور سالک پر ہوتا ہے، سالک کو اُن لطائف کے دیکھنے میں مشغول نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ بے انتہا مقامات ہیں جو ان کی سیر میں مصروف ہوا انتہا کی لذت سے محروم رہا۔

سے اے برادر بے نہایت درگے ایست

ہر چہ بر فے می رسی بروے مہ ایست

حضرت شاہ ولی اللہ نے ان لطائفِ فعالہ کا بیان اس کتاب میں کیا ہے اور خوب کیا ہے۔ آپ کے بیان کو پڑھ کر دل پر اثر ہوا۔ آپ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا خیال آیا اور درج ذیل چار شعر نظم ہو گئے۔

حضرت قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ

ولادت: چہار شنبہ ۳ شوال ۱۱۱۴ھ

وفات: شنبہ ۳ محرم ۱۱۷۶ھ

قطب الدین احمد، ولی اللہ شاہ بود بیشک جبر اکمل، دین پناہ

پاک باطن، صاحب کشف صحیح
سال میلادش "ہمایوں نجت" بود
راست بازو نیک دل بے اشتباہ
زید بشتروایں صدائے ہاتھی

آپ کا اور آپ کے صاحبزادوں کا وجود ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے
سرمایہ افتخار ہے مَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَاَفَاضَرَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِمْ وَاَسْرَارِهِمْ
اللّٰهُمَّ وَفِقْنَا لِمَا تُحِبُّهُ وَتَرْضَاهُ وَاَجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَيْرًا مِنْ اَوَّلَانَا۔

چشم دارم کز گنہ پاکم کنی
اندریں لوم کز بدن جانم بری
پیش ازاں کاندہ لحدت کم کنی
از جہاں بانور ایمانم بری
بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ وَاِلَيْهِ الْاَمَجَادِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَاِلَيْهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ
تَسْلِيمًا۔

ابوالحسن زید فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر
شاہ ابوالخیر مارگ
ترکمان دروازہ، دہلی ۶

جمعہ، ۱ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
۲۱ جولائی ۱۹۸۹ء

مدینتہ العلم دارالعلوم مجددیہ
نور آباد - فتح گڑھ - سیالکوٹ

الْقَوْلُ الْجَلِيُّ أَثَارُ الْوَلِيِّ فِي ذِكْرِهِ



در بیان ملفوظات و مکشوفات معارف حضرت شاہ ولی اللہ

بہ اہتمام

ابوالنصر انس فاروقی جلیہ طباعت پوشیدہ

۵۵

شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۶

القول الجلی فارسی منطوطہ کے عکس، طبع دہلی
گامبرہ، برائے اصنف

الْقَوْلُ الْحَلِيُّ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي اصطفى نوح الانسان عيا سائر الخلق وفصلهم تفصيلا وخص الكل منهم
بمعرفة اسماء وصفة ومجته كنه ذاته اجالا وتفصيلا واو اليك من الانسان كما عين الانسان
من العين تشريحا وتويا واقاض علوما عمية في سويدار قلوبهم من آيات قدرة واسرار
وشرها نالك تزيلا وانزعا طواهرهم واولهم آيات يعرفون بها وعلايات يميزون
انهم كلهم تكمينا وجعلهم وسائط جود وسمايت جود وميم تزيلا البركات وعلى ايديهم
الكرامات وتلك سنة الله ولن تجد لسنة الله تحويلا وفيها الهدى افضل الرسل
الكل ماوي الخلق من عوايات الطبيعة تزيلا وتويا الذي جازي الله الخبيثة السميمة
سبحة والغارفة الجنة الجليلة الضياء تسبيلا وعلى الواصحاب الذين اتهموا
سنة في نافع امورهم سلكا وسبلا وفازوا بالخير الاولي والحمد لله رب
العالمين

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَصَلَّىٰ عَلَيْكَ اللَّهُ يَا خَيْرَ خَلْقٍ
وَيَا خَيْرَ مَأْمُولٍ وَيَا خَيْرَ وَاهِبٍ
وَيَا خَيْرَ مَنْ يُرْجَى لِكُشْفِ رِزْقِكَ
وَمَنْ يُجِزِي لَأَفْتَدُ فَاقْ جُودَ السَّحَابِ
وَإِنَّتَ مُجِيرِي مَنْ هُمُومِ مُلْكِكَ
إِذَا انْشَبَتْ فِي الْقَلْبِ شَرُّ الْمَخَالِبِ



اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے، اے تمام مخلوق سے بہتر
اے بہترین جائے امید! اور اے بہترین عطا فرمانے والے!
اور اے بہترین وہ ذات کہ مصیبت دور کرنے کی جن سے امید کی
جاتی ہے اور جن کی سخاوت بادلوں سے بلند و بالا ہے۔
اور آپ مصیبتوں کے وقت پناہ دینے والے ہیں، جب وہ اپنے
بدترین پہنچے دل میں گاڑ دیں۔

(حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)